لوازم وجود

فصل

تحقیق متین

یہاںتک جو کچھ لکھا گیا وہ بعض ضروری تحقیقات کے ساتھ زیادہ تر نقض اور الزام پر مبنی تھا۔ مناسب ہے کہ اس امر میں مزید تحقیقات سے کام لیا جائے خصوصاً اس امر میں کہ آیا کمالات بشری میں لکھنا پڑھنا داخل ہے یا نہیں؟ کیونکہ فاضلین اسکے قائل ہیں کہ وہ انبیاء اور اوصیاء کو اُن کمالات کی رو سے جو ان کو حدود بشری میں ممکن ہیں کامل و اکمل جانتے ہیں اور بظاہر یہ معلوم ہوتاہے کہ لکھنا پڑھنا کمالات بشری سے خارج ہے۔

فلسفہ اولی اور علم مافوق الطبیعتہ میں مسلم ہے کہ جو صفات کسی شے کو عارض ہوتی ہے دو قسم پر ہیں ایک وہ صفتیں جو موجود کو بلحاظ تشخصات عارض ہوتی ہیں۔ جیسا کہ لمبائی چوڑائی گہرائی۔ موٹائی کسی خاص جگہ و مکان میں ہونا۔ آب و غذا کی احتیاج پیدا کرنا۔ یہ ایسی صفتیں ہیں کہ جب موجود حالت تشخص میں آجاتا ہے اس وقت عارض ہوتی ہیں۔ دوسری وہ صفتیں جو موجود کو من حیث الوجود عارض ہوتی ہیں اور نفس وجود انکے عروض کے لئے کافی ہے کسی خاص حالت تشخص جسمانی خارجی کے پیدا ہونیکی ضرورت نہیں جیسے علم و قدرت۔ سماعت و بصارت وغیرہ۔ انکے عارض ہونے میں کسی خاص تشخص کی ضرورت نہیں اور مثلاً انسان من حیث ھو انسان عالم ہے۔ نہ من حیث التشخصات الجسمانیہ الخارجیہ۔ ایسی صفات کو لوازم وجودیہ اور عوارض ذاتیہ کہتے ہیں اور اول کو عوارض شخصیہ وغیرہا لیکن چونکہ درجات موجود باعتبار شدت و تاکد مختلف ہیں۔ شلاً وجود جو واجب الوجود میں عین ذات ہے اور وجود حق ممکنات میں خارج از ذات ہے اور محتاج علت اور واجب میں قوی و غنائے محض ہے اور ممکن میں ضعیف و محتاج صرف۔ واجب الوجود میں اصلی ہے اور ممکنات

جن کو علم دیدیا گیا ہے کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے ابھی کیا فرمایا۔ ہم تو نہیں سمجھے یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صاحبان اوتوا العلم زمانہ پیغمبرؐ میں مشہور و معروف تھے اور جو آیت کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی انہی سے جا کر پوچھتے تھے جن کو علم کتاب پہلے سے حاصل تھا پس کس طرح عام لوگ اسکے مصداق ہو سکتے ہیں؟ لاشک لاریب یہ وہی نفوس قدسیہ ہیں جن میں کتاب وجودی بحبل الٰہی موجود ہے اور وہ وارث عہد امامت و کتاب نبوت ہیں اسلئے کہ امامت و کتاب وجودی لازم و ملزوم ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔ آیات ذیل۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (بقرہ ع ۱۴) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دیدی ہے وہ اسکی اس طرح تلاوت کرتے ہیں کہ جو حق تلاوت ہے۔ یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کا انکار کرتے ہیں وہ ہی زیاں کار ہیں۔ اس آیت میں دو باتیں خدا نے ظاہر فرمائی ہیں اول یہ کہ جن کو کتاب دی گئی ہے وہ ہی حق تلاوت کتاب ادا کرتے ہیں۔ دوسری یہ کہ وہ ہی اس پر کامل طور پر ایمان رکھتے ہیں کیا یہ صفات عوام یا علماء یہود و نصاریٰ میں پائی جاتی ہیں؟ کیا وہ ہی حق تلاوت قرآن ادا کرتے ہیں اور وہ ہی پورے طور پر اس پر ایمان رکھتے ہیں؟ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ کون مسلمان متدین ہے جو اسکا یقین کریگا؟ ایضاً۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّہٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ۔ جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے پروردگار کی طرف سے کتاب منزل بالحق ہے اور ملاحظہ ہو آیت سورۂ قصص وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَھُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِہٖ ھُمْ بِہٖ یُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِہٖٓ اِنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِہٖ مُسْلِمِیْنَ۔ اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْہُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ لَا نَبْتَغِی الْجٰھِلِیْنَ۔ یعنی ہم نے کلام کو متصل بھیجا ہے کہیں سلسلہ ارسال و تبلیغ منقطع نہیں ہوا تاکہ وہ نصیحت و عبرت پکڑیں اور متذکر ہوں اور جن لوگوں کو ہم نے پہلے سے کتاب دیدی ہے وہ سب اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب ان پر اس کی تلاوت کیجاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ بتحقیق یہ ہمارے پروردگار ہی کی طرف سے کتاب برحق ہے۔ ہم اسکے پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو دو مرتبہ اجر دیا جائیگا۔ کہ انہوں نے صبر کیا اور برائیوں کا عوض نیکی اور بھلائی سے دیتے ہیں۔ اور ان کا جو رزق خاص ہم نے دیا ہے اس کو بھی راہ خدا میں خرچ کر دیتے ہیں اور جب وہ لہو و لعب و لغویات کو سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں اور وقت رخصت لوگوں پر سلام بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں ہم جاہلوں کی صحبت نہیں چاہتے۔ (انتھیٰ)

اِس آیہ کریمہ میں جو بارہ صفات مذکور ہیں ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ عوام تو کیا خواص میں بھی
ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ اور کون سے مسلمان ہیں جو قبل نزول قرآن عالم کتاب الٰہی تھے اور اس پر ایمان رکھتے
تھے اور پہلے ہی سے مسلمان تھے۔ اور نہ یہود و نصاریٰ اسکے مصداق ہو سکتے ہیں۔ بلکہ یقیناً یہ وہ ہی نفوس قدسیہ
ذریت ابراہیم نسل اسمٰعیل ہیں جو بدعائے حضرت ابراہیم مسلمان باسلام نبوتی ہیں اور بجعل الٰہی کتاب انکے وجود مبارک
میں موجود ہے "وَجَعَلْنَا فِی ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّۃَ وَالْکِتَابَ" اس ذریت ابراہیمی و امت مسلمہ کا ایک فرد صاحب کتاب
نبی ہوا اور باقی امام اور یہی صاحبان اُوْتُوا الْعِلْمَ ہیں۔ قرآن کا تتبع کرنے سے معلوم ہوگا کہ جہاں کہیں صیغہ ماضی معرّف
"اٰتٰی" لفظ علم کے ساتھ استعمال ہوا ہے وہاں علم سے مراد علم جزوی ہے "آتَیْنَاہُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا" اور جہاں کہیں
بصیغہ ماضی مجہول "اُوْتِیَ" علم کی طرف منسوب ہوا ہے۔ وہاں مطلق علم مراد ہے "اُوْتُوا الْعِلْمَ" اور جہاں "اٰتٰی" کتاب
کی طرف منسوب ہوا ہے علم کتاب مراد ہے۔ چنانچہ جہاں کہیں انبیاء علیہ السلام کو کتاب دینے کا ذکر ہے وہیں
اسی طرح آیا ہے جیسے "آتَیْنَا مُوْسَی الْکِتَابَ تَمَامًا" "فَقَدْ آتَیْنَا آلَ اِبْرَاہِیْمَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ" "وَآتَیْنَا
ھُمُ الْکِتَابَ الْمُبِیْنَ" اور حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں "اٰتَانِیَ الْکِتَابَ" وغیرھا۔ ان تمام آیات میں یقیناً کتاب سے مراد
علم کتاب اور کتاب موجودی ہے جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور جس جگہ ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر کوئی رسول
بھیجا گیا ہے اور کتاب اتاری گئی ہے۔ جیسے یہود و نصاریٰ تو وہاں صیغہ ماضی مجہول "اُوْتِیَ" کی طرف کتاب
منسوب کی گئی ہے۔ جیسے "وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَھُمْ"
"وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ" "وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَاِیَّاکُمْ
اَنِ اتَّقُوا اللہَ" "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ" "وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ
حِلٌّ لَّکُمْ" "وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ" وغیرھا من الآیات۔ ان تمام آیات میں وہ لوگ مراد ہیں جن
پر رسول آئے ہیں اور کوئی کتاب لائے ہیں مثل یہود و نصاریٰ۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آیات سابقہ میں "آتَیْنَاھُمُ الْکِتَابَ"
کا مصداق وہ لوگ ہیں جن کو قبل نزول قرآن علم کتاب دیا گیا ہے نہ عوام اور نہ یہود و نصاریٰ جو "اُوْتُوا الْکِتَابَ"
کہلاتے ہیں اور "اُوْتُوا الْکِتَابَ" سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ اُن کو علم فطرۃً اُس کتاب کا دیا گیا ہے بلکہ یہ کہ کوئی نبی اُن
پر کتاب لیکر آیا ہے۔ لہٰذا "آتَیْنَاھُمُ الْکِتَابَ" کا مصداق وہ ہی نفوس قدسیہ ہونگے جو "مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ" کا مصداق
ہیں نہ غیر۔ اور وہ ہی ذریت ابراہیم و اسمٰعیل ہے جس میں کتاب من جانب اللہ ودیعت کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں
کلام حمید مجید سے ثابت ہے کہ آصف برخیا کو کتاب کا کچھ علم حاصل تھا چشم زدن میں تخت بلقیس ایک ماہ
کی راہ سے لاکر حضرت سلیمان کے سامنے رکھ دیا۔ "قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ
اِلَیْکَ طَرْفُکَ فَلَمَّا" الخ کہا اُس نے جس کو کتاب کا کچھ تھوڑا سا علم حاصل تھا کہ میں تمہاری آنکھ جھپکنے سے پہلے

تخت بلقیس لے آؤنگا اور وہ لے آیا۔ یہ ٹرھو قصہ حضرت سلیمان و آصف برخیا وزیر آنحضرتؐ لیس جن کے پاس مطلق کتاب کا علم ہو اُن کی قدرت و طاقت کیسی ہونی چاہیئے حضرت آصف برخیا سے ہزار درجے بلکہ لاکھ درجہ زیادہ قوی تر ہونگے کیونکہ الکتاب سے مراد یا جنس کتاب ہے۔ جو شامل ہے جمیع موجودات و معلوم مدرکات و حقائق عالم امکان کو یا قرآن شریف مراد ہے! اور اُس کی شان تبیاناً لِکُلِّ شَیْءٍ ہے۔ ہر ایک شے کا بیان بکمال وضاحت اُس میں موجود ہے۔ لہٰذا جسکے وجود میں جنس کتاب یا اس قرآن کا علم ہو اُس کی طاقت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ وہ چشم زدن میں شرق و مغرب عالم کی سیر کر سکتا ہے! وہ آن واحد میں مکہ سے عرش معلیٰ تک جا آ سکتا ہے کہ ابھی وضو کی تری بھی خشک نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس کتاب پاک کی تعریف میں آیا ہے " وَلَوْ اَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا " اگر کوئی قرآن ایسا ہے کہ انسان چاہے تو اسکے ذریعہ سے پہاڑ چل نکلیں! ور زمین پارہ پارہ ہو جائے اور مردے باتیں کرنے لگیں اور وہ زندہ ہو جائیں بلکہ جمیع امور الٰہی میں سے جس کو چاہے اس قرآن سے کر سکے اور وجود میں لا سکے تو وہ یہی قرآن ہے۔ پس جن کے سینوں میں اس قرآن کا علم ہے اور یہ اُنکے وجود میں موجود ہے اگر وہ چاہیں شرق عالم کو مغرب کر دیں اور مغرب کو شرق۔ آفتاب کو حکم دیں تو ڈوبتا ہوا لوٹ آئے چاند کو اشارہ کریں تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ درخت کو حکم ہو تو اپنی جگہ سے حرکت کر کے آ جائے۔ سنگریزے بولنے لگیں جانوران صحرا باتیں کریں۔ چشم زدن میں آسمان پر آئیں اور جائیں بلکہ گھر بیٹھے بہشت کی سیر کریں اور کرائیں اور ہر ایک سوال کا جواب اس قرآن سے دیں کسی سوال کے جواب میں عاجز نہ ہوں اور یہ نہ کہیں ہم نہیں جانتے " لا المجنة من لا يقول لا ادری " کیا کوئی متدین مسلمان کہہ سکتا ہے کہ یہ کمالات یہود و نصاریٰ میں پائے جاتے ہیں؟ اگر وہ ایسے ہیں تو وہ افضل المرسلین و خاتم النبیین ہونگے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کسی طرح یہود و نصاریٰ یا عوام " آتیناھم الکتاب " کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ بلا شک و شبہ یہ وہ ہی صاحبان کتاب وجودی و اوتوا العلم ہیں۔ جن کے وجود میں علم کتاب ودیعت کیا گیا ہے۔ اور جن کے سینوں میں قرآن بطور آیات بینہ پہلے سے موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔ آیت ذیل

" وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمِنْ هٰۤؤُلَاۤءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيَاتِنَاۤ اِلَّا الْكَافِرُوْنَ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ بَلْ هُوَ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيَاتِنَاۤ اِلَّا الظَّالِمُوْنَ " (عنکبوت ع ۵) ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے تیری طرف کتاب اوتاری ہے۔ اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ سب اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے بھی بعض ایسے ہیں جو

اس پر ایمان لاتے ہیں اور نہیں انکار کرتے ہماری آیات کا مگر کافر ہیں اور اے پیغمبر تو اس سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ تو اسکو اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے یا لکھتا تھا اگر ایسا ہوتا تو ان منکرین اور دشمنان اسلام کو اس میں شک کرنیکا موقع مل جاتا (پس یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ تو نے کسی کتاب سے پڑھکر جمع کیا یا خود اپنے ہاتھ سے لکھ لیا ہو) بلکہ یہ آیات بیّنہ ہیں سینوں میں اُن لوگوں کے جن کو علم عطا کر دیا گیا ہے اور نہیں دیدہ و دانستہ انکار کرتے ہماری آیات کا مگر ظالمین و گنہگار یہ آیت صاف باواز بلند پکار کر کہہ رہی ہے کہ آتینا ھُمُ الکِتَاب" کا مصداق ہرگز یہود و نصاریٰ نہیں ہیں۔ کیونکہ منطوق آیت یہ ہے کہ جن کو کتاب دی گئی ہے وہ سب کے سب اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اُن لوگوں میں سے بھی جن پر پیغمبر مبعوث ہوا ہے اور تلاوت کر رہا ہے بعض ایسے ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور تمام یہود و نصاریٰ نہ اس وقت ایمان لائے نہ ابتک لائے ہیں پس یہ کبھی آتینا ھُمُ الکِتَاب کا مصداق نہیں بلکہ یہ وہ صاحبان اُوتوا العلم ہیں جن کو مطلق علم دیا گیا ہے اور قبل نزول قرآن عالم قرآن ہیں اور اُس پر ایمان رکھتے ہیں اور پہلے ہی مسلمان ہیں اور انہی کے سینوں میں قرآن بطور آیات بیّنہ موجود ہے اور یہی خاصہ امامت ہے کہ کتاب وجودی انکو عطا ہوتی ہے وجود کے ساتھ علم دیا جاتا ہے اور ماں کے پیٹ سے عالم پیدا ہوتے ہیں غرض مثل نبوت امامت و کتاب لازم و ملزوم ہیں جدا نہیں ہو سکتے اور گویا مدار امامت بھی کتاب وجودی ہے مثل نبوت۔ یہ امامت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت میں قرار دی اور یہی ملت ابراہیمی ہے اور پیغمبرؐ کو بھی حکم تھا کہ ملت ابراہیمی کی پیروی کریں اور امامت اپنی ذریت میں قرار دیں چنانچہ آنحضرتؐ نے اسکی اس طرح تعمیل کی اِنّی تَارِکٌ فِیکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابُ اللہِ وَعِتْرَتِی اَھْلَبَیْتِی مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِی وَلَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ " یعنی آخر وقت سرور کائناتؐ روحی لہ الفداء نے فرمایا اے مسلمانو میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب اللہ دوسری اپنی عترت اور اہلبیت نبوت جبتک ان سے متمسک ہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونو یعنی قرآن اور اہلبیتؑ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہونگے یہانتک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں تو قرآن انکے ساتھ ہے اور یہ قرآن کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ قرآن انکے وجود میں ہے کتاب اللہ کتاب صامت ہے اور یہ کتاب ناطق۔ یہیں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کا اصلی اور حقیقی علم انہی کو ہے جنکے سینوں میں قرآن بطور آیات بیّنہ موجود ہے اور اُنکے وجود کے ساتھ ہے اور وہی فرقہ حق پر ہے جو قرآن کو ان صاحبان قرآن سے لے مزید تشریح۔ اگر تشریح کی خواہش ہو تو ملاحظہ کیجئے احادیث معہ ان علم و صاحبان کتاب وجودی تاکہ معلوم ہو کہ مصداق۔ آتینا ھُمُ الکِتَاب۔ و اوتوا العلم کاکون ہیں۔ ابوبصیرؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ صادق آلِ محمدؑ کو سنا کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر بل ھو آیات بینات فی صدور الذین

اوتوا العلم" فرماتے ہوئے۔ اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کیا یعنی یہ کہ قرآن بطور آیات بینہ ہمارے سینوں میں موجود ہے۔ قریب قریب یہی مضمون عز بن العبدی ہارون بن حمزہ وغیرہم سے مروی ہے کہ آئمہ نے فرمایا کہ اس آیت کا مصداق اور اس سے مراد ہم اہلبیت نبوت ہی ہیں اور قرآن قبل نزول ہمارے ہی سینوں میں موجود تھا (کافی) خاتمہ کتاب میں اور توضیح کی جائیگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ امامت کے لئے کتاب وجودی ضروری ہے یعنی مستحق امامت وہ ہے جو وجود کے ساتھ علم کتاب لیکر آئے اور شکم مادر سے عالم پیدا ہو اور کلام حمید مجید کی بہت سی آیات خبر دیتی ہیں کہ کتاب وجودی بجعل الٰہی ذریت حضرت ابراہیم و اسمٰعیل میں آئی اور یہ کہ کچھ ایسے نفوس ہیں جو قبل نزول قرآن عالم کتاب الٰہی ہیں اور وہ پہلے سے اس پر ایمان رکھتے ہیں اور پہلے ہی سے مسلمان تھے اور یہ نفوس قدسیہ اہلبیت نبوی ہیں جن کو پیغمبر نے حدیث متفق علیہ میں ثانی قرآن و شریک قرار دیا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مستحق عہد الٰہی امامت ابراہیمی اہلبیت نبی ہیں جو اُسی کی عترت یعنی اصل (بنی ہاشم) سے ہیں اور ذریت ابراہیم و اسمٰعیل اور انہی کیواسطے حضرت ابراہیم نے ہمراہ حضرت اسمٰعیل دعا کی تھی یہی دنیا میں نماز کو قائم کرنے والے صابرین مطلق اور بامر الٰہی ہدایت کرتے ہیں جو صفات خاصہ امامت ہیں۔ پس یہ ہی پیشوا ئے مطلق ہیں اور انبیاء اپنی اپنی امتوں کے امام تھے اور یہ تمام خلق کے امام۔

امام مطلق کی ایک صفت

باب نبوت میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ نبی کی ایک صفت شہید بھی ہے۔ ہر ایک نبی اپنی قوم پر شہید ہوتا ہے اور ہمارے پیغمبر تمام مخلوقات اور جملہ شہداء پر شہید ہیں۔ آپ نبی مطلق ہیں اور شہید مطلق بھی یہی صفت آپ کے قائمقام امام کے لئے بھی ضروری ہے اور وہ بھی تمام عالم پر شہید ہوتا ہے چنانچہ آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ط هُوَ اجْتَبٰکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰهِیْمَ ط هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰکُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ" اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو رکوع کرو اور سجدہ بجالاؤ اور عبادت کرو اپنے پروردگار کی اور بجالاؤ مطلق خیر کو تاکہ تم فلاح پاؤ اور جہاد کرو راہ خدا میں جو حق جہاد کا ہے۔ اُسی نے تم کو اسکے لئے چنا ہے اور مجتبیٰ بنایا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی یہ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے (کہ امامت وکتاب تم میں قرار دی) اسی نے تمہیں مسلمان کہا ہے پہلے اور اس کتاب میں بھی تاکہ رسول تم پر شہید ہو اور تم تمام لوگوں پر شہید قرار پاؤ۔ پس نماز کو قائم کرو اور

زکوٰۃ دو اور اللہ کو مستحکم پکڑے رہو اور اسی سے تمسک رکھو وہ ہی تمہارا مولیٰ ہے۔ پس بہت اچھا مولیٰ اور بہت اچھا مددگار ہے۔ (حج ع) اس آیہ کریمہ میں بارہ دلیلیں امامت ائمہ ذریت ابراہیمؑ پر ہیں جن کو انشاء اللہ اپنے مقام پر عرض کیا جائیگا۔ اور یہ وہ ہی ذریت ابراہیمؑ ہے جسکے لئے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا۔ ۔وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ جس کا قرآن میں بھی ذکر ہے اور پہلے کتب میں بھی دیکھو توریت اور امامت مطلقہ ان کو اس لئے ملی ہے کہ تمام مخلوق پر شہید اور ان پر گواہ ہوں اُنکے اعمال وافعال کو دیکھیں اور خبر رکھیں اور یہی صفت خاص نبوتی ہے اور ان پر سوائے پیغمبرؐ خدا اور کوئی شہید نہیں یہ سب پر شہید و حاضر ہیں اور بعد پیغمبرؐ مثل پیغمبرؐ سب کے اعمال کو دیکھتے ہیں اور یہی وہ مومنین ہیں جو روایت اعمال میں مذکور ہیں کہ "عمل کرو دیکھتا ہے تمہارے اعمال کو خدا اور اُس کا پیغمبر اور مومنین" اور یہی امت وسط کا مصداق ہیں کہ خدا فرماتا ہے۔ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (بقرہ) یعنی اسی طرح سے ہم نے تم کو امت وسط بنایا ہے باعتبار خلق و خُلق و ذات و صفات وافعال واخلاق تم کو عین حد اعتدال پر خلق کیا ہے تاکہ تم تمام لوگوں پر شہید بنو اور رسولؐ تمہارے اوپر شہید رہے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد تمام امت محمدی ہے لیکن یہ بدیہی البطلان ہے تمام امت تو کیا عام امت محمدی میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں جو تمام انسانوں کے اعمال پر حاضر و ناظر ہو اور اُن کو دیکھتا ہے۔ یہ صفت تو اُس کی ہے جو مثل پیغمبرؐ بقوۃ نورانیہ ربانیہ علم احاطی رکھتا ہو اور اُسکے سامنے تمام عالم روشن ہو اور ضیاء عالم امکان ہی وہ ہو۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ صفت اس میں پائی جاسکتی ہے جسکا وجود تمام موجودات سے متقدم ہو اور جس کا نور جزو نور محمدی ہو اور نفس پیغمبرؐ کا خطاب پائے یہ سوائے علیؑ اور اُن کی اولاد امجاد کے اور کوئی نہیں رسولؐ خدا اول مخلوق ہیں "اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ نوری" اور علیؑ جزو ہے اسی نور کا (انا و علی من نور واحد ہیں اور علی ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں) اور اولاد علیؑ جزو علیؑ ہیں پس وہ جزو رسولؐ خدا ہیں لہذا کل کے کل وہ ابناء رسول اللہ ہیں پڑھو آیہ مباہلہ قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ۔ اے پیغمبر ان نصاریٰ سے کہدو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم ان لوگوں کو بلائیں جو ہمارے نفس اور جان ہیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو۔ تمام اہل اسلام متفق ہیں اس موقع مباہلہ پر نصاریٰ کے مقابلہ میں پنجتن پاک علیہم السلام ہی گئے تھے اور کوئی نہ تھا یہی بزرگوار آپس میں ایک دوسرے کی جان اور نفس واحدہ ہیں کیونکہ سب ایک نور ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو انکے جزو نوری ہیں وہ سب نفس رسولؐ ابن رسولؐ اور نور رسولؐ ہیں پس یہی شہید علی الناس ہو سکتے ہیں کہ جن کا وجود

قبل خلق عالم ہے یہ اُس وقت موجود تھے جبکہ نہ زمین تھی نہ آسمان نہ جن نہ انسان یہی مثل پیغمبر واسطہ فیضان الٰہی ہیں جن کا وجود ہر وقت عالم میں ضروری ہے اور یہی وہ وجہ اللہ ہیں جو بعد فناء باقی اشیاء باقی رہینگے اور انہی کے ذریعے سے حشر ہوگا ولہذا جاء فی الحدیث ۔ الحجۃ قبل الخلق ومع الخلق وبعد الخلق یعنی حجۃ اللہ دراصل وہ ہے جو قبل خلق مخلوقات موجود ہوا اور مخلوق کے ساتھ بھی ہمیشہ موجود رہے اور بعد مخلوقات بھی رہے تاکہ اُس سے حشر ہو ۔ ویوم ندعوا کل اناس بامامھم ۔ (ملاحظہ ہو کمال الدین اتمام النعمہ واصول کافی) پہلے اشارہ کیا گیا ہے حضرت ابراہیم جب امام ہوئے تھے انکو حقایق ابواطن عالم پر اطلاع حاصل ہوگئی تھی ۔ اور خدا نے انکو ملکوت سموات وزمین دکھلا دیئے تھے ۔ پس اس عہد امامت کے وارث بھی وہ ہی ہونگے جو حقائق عالم پر احاطہ واطلاع رکھتے ہوں مقدم بھی ہوں ۔ صاحب علم بھی ہوں صاحب قدرت بھی ہوں اور صاحب حکم وتصرف بھی ۔ فان الامامۃ ریاسۃ عامۃ من حیث التقدم والعلم والقدرۃ والحکم اور یہ بات سوائے جز ونور محمدی اور کسی کو ممکن نہیں ۔ پس علی واولاد علی ہی عالم حقایق وشہید علی الناس ہیں سب کے اعمال کو دیکھتے ہیں ۔ عوام کالانعام میں یہ بات کہاں پائی جا سکتی ہے یہ کسبی مراتب نہیں ۔ موہبتی ہیں جس کو خدا دے اور انکیلئے اشخاص مذکورہ ذریت ابراہیم واسمٰعیل وعترت اہلبیت نبوت ورسالت ازل سے معین ومعہود ہیں ۔ این سعادت بزور بازو نیست ۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ۔ افسوس ہے کہ حسد نے انکے مراتب کو پوشیدہ رکھا اور اُن کی قدر ومنزلت لوگوں پر واضح نہ ہونے دی تعجب ہے کہ اب بھی اس کی کوشش کیجاتی ہے ۔

ام یحسدون الناس علی ما آتاھم اللہ من فضلہ ۔ کسی کے مراتب عالیہ پر حسد کرنا قضاء الٰہی پر نارضامندی کا اظہار ہے ۔

ولایت مطلقہ

ختم نبوت کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں کہ ولایت مطلقہ بھی خاتم النبیین ہی کیواسطے ہے اور ولی مطلق اولاً وبالذات خداوند عالم ہے ورثانیاً وبالعرض اس کا رسول اسی طرح بعد رسول ولی مطلق وہ مومنین ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور بحالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں اور یہ وہ ہی وارث امامت مطلقہ ابراہیمی ہیں پس ولی تین ہوئے ۔ خدا ۔ اُس کا رسول اور ائمہ اہلبیت نبی اسم خاص ہے ایک شخص خاص کے لئے اور یہ ایسا اسم ہے کہ خدا پر اس کا ہرگز اطلاق نہیں ہو سکتا ۔ اُس کو نبی نہیں کہہ سکتے ۔ لیکن ولی عام ہے خدا وغیر خدا سب پر اطلاق ہوتا ہے ۔ چنانچہ اول وبالذات ولی برحق ومتصرف مطلق اس عالم کا خدا ہی ہے بعد ازاں اُسکے انبیاء اور خاتم النبیین مظہر ولایت مطلقہ الٰہیہ ہیں ۔ اور بعد خدا ثانیاً وبالعرض آپ ہی ولی مطلق ہیں لیکن نہ صرف آپ ہی بلکہ مومنین بھی ہیں جنکی

صفات نماز کا دنیا میں قائم کرنا اور بحالتِ رکوع میں زکوٰۃ دینا ہے اور وہ نورِ محمدؐی ہی کے جزو ہیں پس یہ سب کے سب مظاہر ولایت مطلقہ الٰہیہ ہیں اور مثل پیغمبر واسطہ فیضان مطلق الٰہی جو کچھ مخلوق کو پہنچتا ہے یا پہنچیگا انہی کے واسطے اور وسیلے سے پہنچتا اور پہنچیگا خواہ علم ہو یا غیر علم۔ اور ظاہر ہے کہ جب یہ خداوند عالم واجب الوجود کی صفت ہے اور یہ بزرگوار اس ولایت مطلقہ کے مظاہر ہیں تو جب سے تعلق ولایت ہے اسی وقت سے یہ وجود بھی موجود ہیں اور جبتک یہ سلسلہ ہے موجود رہینگے۔ اس لئے ان کا وجود مخلوقات سے پہلے بھی ضروری ہے اور خلق کے ساتھ بھی اور بعد میں بھی۔ کیونکہ نبوت ختم ہو سکتی ہے اور سلسلہ ارسال و تبلیغ خاص محدود ہو سکتا ہے لیکن سلسلہ ولایت ہمیشہ جاری ہے۔ لہٰذا حدیث صحیح ہے۔ "الحجۃ قبل الخلق ومع الخلق وبعد الخلق" کیونکہ یہی حجج مظاہر ولایت مطلقہ الٰہیہ ہیں پس بعد رسولؐ خدا کہ وہ اصل ہیں باقی تمام اولیاء اللہ و انبیاء وغیرہم سے افضل اور ایسے ولی کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے اور ولی زمانؑ کے وجود سے انکار کرنا خدا کا معطل جاننا اور "اللّٰہ ھو الولی" کی تکذیب ہے

معنی مصطفےٰ مجتبےٰ مرتضیٰ

آخر سورہ حج کی آیات جو ہم نے نقل کی ہیں اور جن میں بارہ دلیلیں اس ذریت ابراہیم و اسمٰعیل کی امامت پر موجود ہیں اگر اسکے صرف ایک کلمے میں غور کیا جائے تو کافی ہے انکی فضیلت کے لئے اور وہ کلمہ "ھُوَ اجْتَبٰکُمْ" ہے۔ لفظ اجتباء مقام غور و تامل ہے۔ تین لفظ مختلف قرآن میں استعمال ہوئے ہیں اور تینوں علیحدہ معنی رکھتے ہیں۔ "مصطفےٰ مجتبےٰ اور مرتضےٰ"۔ مگر مفسرین بلکہ لغویین نے بھی سب کا ترجمہ ایک یعنی برگزیدہ" کر دیا ہے۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ تینوں لفظوں کا مادہ جدا ہے۔ مُصطفےٰ "صفا" سے ہے۔ مجتبےٰ "جبا" سے اور مرتضیٰ رضا سے مشتق ہے اور معانی۔ صفا و جبا و رضا۔ یقیناً جدا جدا ہیں۔ صفا۔ صفائی و پاکیزگی ہے۔ جبا کے معنی بہت سی چیزوں میں سے کسی چیز کو چن لینا ہے اور رضا بمعنی خوشنودی و پسندیدگی اور زبان عرب کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی لفظ ثلاثی مجرد سے مزید فیہ میں منتقل ہو تو اصل معنی مصدری مادی اُس میں بحال خود باقی اور ملحوظ رہیں۔ لہٰذا چاہیئے۔ کہ اصطفا۔ اجتبا اور ارتضاء میں۔ معانی۔ صفا۔ وجبا و رضا ضرور ملحوظ ہوں۔ لیکن افسوس ہے کہ لغویین مفسرین نے سب کو ایک کرکے اس باب علم کو مسدود کر دیا جس سے سخت غلط فہمیاں پیدا ہوئیں اور بے انتہا فضائل صاحبان فضائل پوشیدہ رہ گئے۔ کلام حمید مجید میں ان الفاظ کے معانی کا فرق ظاہر ہے اور ہر ایک اپنے مقام پر استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ اصطفاء کو لیجئے "اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ" اللہ ملائکہ اور انسانوں میں سے کچھ رسول مصطفےٰ بناتا ہے۔ (سورہ حج) یہاں ملائکہ اور انبیاء مرسلینؑ دونو پر

لفظ مصطفےٰ بولا گیا ہے۔ ایضاً۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ (آل عمران) اللہ نے آدم و نوح و آل ابراہیم و آل عمران کو سب پر مصطفےٰ بنایا ہے۔ یہاں بھی انبیاء کے لئے استعمال ہوا ہے۔ وَاِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْکُمْ (اللہ نے تم پر اس کو مصطفےٰ بنایا ہے۔ (بقرہ) یہاں حضرت طالوت کیواسطے مصطفےٰ لکھا گیا ہے جو نہ رسول ہیں نہ نبی نہ فرشتہ بلکہ خدا کے ایک نیک بندے اور بادشاہ لیکن "اجتبیٰ" کا لفظ دیگر انسان اور ملائکہ تو درکنار تمام رسولوں پر بھی نہیں بولا گیا بلکہ خاص خاص رسولوں کے واسطے استعمال ہوا ہے۔ جیساکہ خدا فرماتا ہے۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (آل عمران ع) اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ تم کو غیب پر مطلع کردے اور علم غیب دیدے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے کسی کو اس کام کیلئے چن لیتا ہے اور انتخاب کر لیتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ اس کام کیلئے سب رسول موزوں نہیں بلکہ رسولوں میں سے کسی خاص کو یہ درجہ نصیب ہے وہ بلاشک ولاریب جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو افضل المرسلین و خاتم النبیین ہیں۔ لہذا یہی لفظ مجتبیٰ خاتم النبیین کے قائم مقام اماموں کے واسطے استعمال ہوا ہے جو آل نبی و ذریت ابراہیم و اسمٰعیل ہیں پس وہ افضل ہیں تمام انبیاء مرسلیں وغیر مرسلین سے چہ جائیکہ۔ ملائکہ سے تو حضرت آدم ہی افضل ہیں۔ لہذا یہ اولیاء اللہ وحجج اللہ تو ملائکہ سے کہیں افضل ہوئے وہ ان کے خادم ہیں اور تحت ولایت مطلقہ داخل۔ ان کو بھی جو کچھ پہنچتا ہے انہی کے وسیلے سے پہنچتا ہے اور۔ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ لَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (وہ تمام عالم غیب و عالم شہادت کا جاننے والا ہے۔ اپنے غیب خاص پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر اپنے رسول مرتضیٰ کو) اور یہ رسول مرتضےٰ غیر از محمد مصطفےٰ اور کوئی نہیں ہو سکتا اور یہ مقام خاص آپ ہی کے واسطے ہے۔ مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ "من رسول" میں "من" بیانیہ لیا جائے۔ ورنہ اگر من بیانیہ نہ لیا جائے۔ تو معنی "من ارتضیٰ من رسول" یہ ہونگے کہ وہ شخص جو از جانب رسول مرتضیٰ ہو اور مرتضیٰ از جانب رسول نہیں مگر مرتضیٰ (علیؑ) نفس رسول ہیں اس سے زیادہ توضیح کا یہاں موقع نہیں۔ درجہ مرتضیٰ معلوم کرنیکے لئے یہی اشارہ کافی ہے۔

اطاعت مطلقہ

چونکہ ولایت مطلقہ مثل پیغمبر خدا انہی کے واسطے ہے اسی واسطے مثل پیغمبر مطاع مطلق بھی یہی ہیں جیساکہ خدا فرماتا ہے۔ اطیعوا اللّٰہَ وَاطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو اسکے رسول کی اور انکی جو تم میں سے اولیاء امور الٰہی ولی برحق و متصرف مطلق ہیں آیہ مبارکہ میں لفظ اطاعت چونکہ مکرر استعمال ہوا ہے اسلئے اطاعت خدا اور ہے اور اطاعت رسول اور کیونکہ وہ خالق و صانع و رازق مالک رق و معبود برحق ہے۔ لیکن رسول اور اولیاء

الامور کی اطاعت ایک جیسی ہے کیونکہ یہاں لفظ "اطیعوا" مکرر نہیں آیا اور اطاعت رسول قرآن سے ظاہر ہے کہ کیسی ہے؟ اگر پیغمبر نماز کے توڑ دینے کا بھی حکم دے جو کہ رکن دین ہے تو فوراً توڑ دو اور رسول کی بات سنو۔ چنانچہ مروی ہے (بخاری) ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا پیغمبر خدا نے اُس کو آواز دی نہ بولا بعد ختم نماز آیا تو حضرت نے اُس سے فرمایا کہ میں نے تجھ کو پکارا تھا کیوں نہیں بولا عرض کیا نماز پڑھ رہا تھا فرمایا کیا تو نے نہیں سنا ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ "(انفال) جواب دو خدا اور اُسکے رسول کو جب وہ پکاریں۔ خواہ کسی حال میں ہو۔ وہ شرمندہ ہوا اور توبہ کی دوسری آیت میں فرماتا ہے اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (احزاب) نبی مومنین پر خود ان سے زیادہ تصرف اور ان کا مالک ہے اور یہی معنی ولی اور ولی الامر و ذوالامر و صاحب الامر کے ہیں۔ یہی اطاعت بعینہٖ اولی الامر و صاحب الامر علیہ السلام کی ہوتی ہے کچھ فرق نہیں بعد وہ مالک متصرف مطلق و اولی بالتصرف ہیں۔ وہ نفس رسول و قائم مقام خاتم النبیین ہیں۔ یہاں سے مقابلہ کرنا چاہیئے نبوت انبیاء سابقین اور امامت ائمہ مطلق اوصیاء خاتم النبیین علیہم السلام کا۔ افضل ہے نبوت سے امامت کس کی ہے اسکے سمجھنے کو بصیرت اور اسکے متحمل ہونیکے لئے قلب مومن ممتحن کی ضرورت ہے شپرہ چشم کب آفتاب امامت مطلقہ کی شعاعوں کا تحمل کر سکتا ہے افسوس ہے کہ اس مختصر میں گنجائش نہیں ورنہ ہم کم سے کم چالیس دلیلیں افضلیت امامت ائمہ اہلبیت بر نصوص قرآن سے درج کرتے۔ مگر صاحب عقل کے لئے یہی کافی ہے جو لکھا گیا بلکہ صرف ایک آیہ ولایت اگر غور کرے۔

نوریت اجسام ائمہ علیہم السلام اور اُنکی ارواح کا بیان

معیار نبوت میں ثابت کیا گیا ہے کہ جس طرح نبی کی روح خاص روح ہوتی ہے مثل عوام الناس ایسی طرح اُس کی طینت نورانیہ اور مادہ نورانی بھی خاص ہوتا ہے مادہ ظلمانیہ ارضیہ نہیں ہوتا کیونکہ محل مناسب حال چاہیئے اسی طرح ائمہ علیہم السلام کی روح غیر روح عوام الناس ہے اور ان کا مادہ بھی غیر مادہ عوام الناس ہوتا ہے۔ بلکہ عین مادہ نورانیہ محمدیہ جو مشتق ہے نور خدا سے چنانچہ احادیث روح قدس انبیاء علیہم السلام کے متعلق لکھی گئی ہیں وہ روح قدس آئمہ پر مشتمل و دال ہیں رجوع کیجئے مزید افادہ و اطمینان کے لئے چند احادیث یہاں درج ہونگی ۔ اول پڑھئے آیہ مبارکہ نور اور اُس کی تفسیر و تشریح خزانِ علوم الٰہی کی زبانی ۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ

لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (دسویں و نویں) حدیث مشہور انا و علی بن نور واحد لکھ چکے ہیں۔ ورملاحظہ ہو صفوان نے صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب خداوند عالم نے زمین و آسمان پیدا کر دیا اور اپنے عرش تقدیری پر غالب آیا۔ تو حکم دیا اپنے نور کے دو ٹکڑوں کو پس انہوں نے ستر مرتبہ عرش اعظم الٰہی کا طواف کیا پس فرمایا کہ یہ میرے دو نور ہیں جو مطیع مطلق ہیں پس اس نور سے محمد مصطفےٰ اور علی مرتضےٰ اور اُن کے اولاد کے اوصیاء علیہم السلام کو خلق فرمایا پس اُنکے پرتو انوار سے اُنکے شیعوں کو خلق کیا اور اُن کے نور سے آنکھوں کی روشنی کو۔ جابر ابن عبداللہ سے مروی ہے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ اِبْتَدَعَهٗ مِنْ نُوْرِهٖ وَاشْتَقَّهٗ مِنْ جَلَالِ عَظَمَتِهٖ فَاَقْبَلَ يَطُوْفُ بِالْقُدْرَةِ حَتّٰى وَصَلَ اِلٰى جَلَالِ الْعَظَمَةِ فِيْ ثَمَانِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ثُمَّ سَجَدَ لِلّٰهِ تَعْظِيْمًا فَفَتَقَ مِنْهُ نُوْرَ عَلِيٍّ فَكَانَ نُوْرِيْ مُحِيْطًا بِالْعَظَمَةِ وَنُوْرُ عَلِيٍّ مُحِيْطًا بِالْقُدْرَةِ ثُمَّ خَلَقَ الْعَرْشَ وَاللَّوْحَ وَالشَّمْسَ وَضَوْءَ النَّهَارِ وَنُوْرَ الْاَبْصَارِ وَالْعَقْلَ وَالْمَعْرِفَةَ وَاَبْصَارَ الْعِبَادِ وَاَسْمَاعَهُمْ وَقُلُوْبَهُمْ مِنْ نُوْرِيْ وَنُوْرِيْ مُشْتَقٌّ مِنْ نُوْرِهٖ فَنَحْنُ الْاَوَّلُوْنَ وَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ وَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ وَنَحْنُ الشَّافِعُوْنَ وَنَحْنُ كَلِمَةُ اللّٰهِ وَنَحْنُ خَاصَّةُ اللّٰهِ وَنَحْنُ اَحِبَّاءُ اللّٰهِ وَنَحْنُ وَجْهُ اللّٰهِ وَنَحْنُ جَنْبُ اللّٰهِ وَنَحْنُ يَمِيْنُ اللّٰهِ وَنَحْنُ اُمَنَاءُ اللّٰهِ وَنَحْنُ خَزَنَةُ وَحْيِ اللّٰهِ وَسَدَنَةُ غَيْبِ اللّٰهِ وَنَحْنُ مَعْدِنُ التَّنْزِيْلِ وَمَعْنَى التَّاوِيْلِ وَفِيْ اَبْيَاتِنَا هَبَطَ جِبْرَئِيْلُ وَنَحْنُ مَحَالُّ قُدْسِ اللّٰهِ وَنَحْنُ مَصَابِيْحُ الْحِكْمَةِ وَنَحْنُ مَفَاتِيْحُ الرَّحْمَةِ وَنَحْنُ يَنَابِيْعُ النِّعْمَةِ وَنَحْنُ شَرَفُ الْاُمَّةِ وَنَحْنُ سَادَةُ الْاَئِمَّةِ وَنَحْنُ نَوَامِيْسُ الْعَصْرِ وَاَحْبَارُ الدَّهْرِ وَنَحْنُ سَادَةُ الْعِبَادِ وَنَحْنُ سَاسَةُ الْبِلَادِ وَنَحْنُ الْكُفَاةُ وَالْوُلَاةُ وَالْحُمَاةُ وَالسُّقَاةُ وَالرُّعَاةُ وَطَرِيْقُ النَّجَاةِ وَنَحْنُ السَّبِيْلُ وَالسَّلْسَبِيْلُ وَنَحْنُ النَّهْجُ الْقَوِيْمُ وَالطَّرِيْقُ الْمُسْتَقِيْمُ مَنْ اٰمَنَ بِنَا اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَنْ رَدَّ عَلَيْنَا رَدَّ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ شَكَّ فِيْنَا شَكَّ فِي اللّٰهِ وَمَنْ عَرَفَنَا عَرَفَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى عَنَّا تَوَلّٰى عَنِ اللّٰهِ وَمَنْ اَطَاعَنَا اَطَاعَ اللّٰهَ وَنَحْنُ الْوَسِيْلَةُ اِلَى اللّٰهِ وَالْوُصْلَةُ اِلٰى رِضْوَانِ اللّٰهِ وَلَنَا الْعِصْمَةُ وَالْخِلَافَةُ وَالْهِدَايَةُ وَفِيْنَا النُّبُوَّةُ وَالْوِلَايَةُ وَالْاِمَامَةُ وَمَعْدِنُ الْحِكْمَةِ وَبَابُ الرَّحْمَةِ وَشَجَرَةُ الْعِصْمَةِ وَنَحْنُ كَلِمَةُ التَّقْوٰى وَالْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَالْحُجَّةُ الْعُظْمٰى وَالْعُرْوَةُ الْوُثْقَى الَّتِيْ مَنْ تَمَسَّكَ بِهَا نَجَا۔

ترجمہ جناب رسول خدا نے فرمایا اول جو چیز خدا نے پیدا کی وہ میرا نور ہے جس کو اپنے نور سے خلق کیا اور اپنے جلال عظمت سے مشتق فرمایا پس وہ نور گرد حظیرۂ قدس قدرت خالق طواف کرنے لگا یہانتک کہ اسی ہزار سال میں جلال عظمت تک پہنچ گیا پھر خدا کا سجدہ تعظیمی ادا کیا پس خدا نے اُس سے نور علیؑ کو جدا کیا پس میرا نور تو عظمت کو محیط ہو گیا اور نور علی قدرت کو پھر خدا نے عرش و لوح شمس و ضوء و نور ابصار و عقل و معرفت و ابصار عباد و قلوب کو میرے نور سے خلق فرمایا اور میرا نور مشتق ہے نور خدا سے

پس ہم ہی اوّلین ہیں اور ہم ہی آخرین اور ہم ہی سابقین اور ہم ہی تسبیح گذار ہیں اور ہم ہی شفیع یوم الدین اور ہم کلمہ اللہ۔ خاصتہ اللہ احباء اللہ وجہ اللہ۔ جنب اللہ۔ ید اللہ۔ امناء اللہ خزینہ وحی الٰہی اور محافظین غیب خداوندی ہم معدن تنزیل و معنی تاویل ہیں اور ہمارے ہی گھر میں جبرئیل آتے ہیں اور ہم ہی محل قدس وطہارت الٰہی مقدسین و مطہرین ہیں اور ہم شمع حکمت و کلید رحمت اور چشمہ نعمت الٰہی ہیں ہر ایک نعمت ہماری ہی طرف سے جاری ہوتی ہے اور ہم ہی شرف امت و بنی آدم ہیں ہم سردار ائمہ ہیں اور ہم زمانے میں ناموس اکبر الٰہی اور علماء دہر ہیں۔ ہم تمام بندگان خدا کے سردار ہیں اور جملہ ممالک کے حکام و منتظم۔ اور ہم ہی کفیل و والی و حامی و محافظ و ساقی بندگان خدا ہیں۔ ہم ہی منہج قویم و صراط مستقیم ہیں۔ جو ہم پر ایمان لایا وہ خدا پر ایمان لایا جس نے ہمارے قول کو رد کیا اُس نے کلام خدا کو رد کیا۔ جس نے ہمارے بابت شک کیا اُس نے خدا میں شک کیا۔ جس نے ہم کو پہچانا اُس نے خدا کو پہچانا۔ جو ہم سے پھرا وہ خدا سے پھرا۔ جس نے ہماری اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ۔ ہم ہی وسیلہ ہیں خدا تک پہنچنے کا اور ذریعہ ہیں خدا کی خوشنودی حاصل کرنیکا (وابتغوا الیہ الوسیلۃ) اور ہمارے ہی لئے عصمت و طہارت و خلافت و ہدایت ہے اور ہم میں ہی نبوت و ولایت و امامت و معدن حکمت و باب رحمت و شجرہ عصمت ہے ہم ہی کلمہ تقویٰ مثل اعلیٰ (وللہ المثل الاعلیٰ) حجت عظمیٰ اور وہ عروۃ الوثقیٰ ہیں کہ جس نے اُس سے تمسک کیا نجات پاگیا۔ ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم۔ **کتاب الاختصاص** میں ہے کہ ائمہ علیہم السلام نے فرمایا کہ پیدا کیا ہم کو خلق مخلوقات سے ہزار سال پہلے۔ پس ہم نے خدا کی تسبیح ادا کی اور ہماری تسبیح سنکر ملائکہ نے خدا کی تسبیح کی۔ اور **فضائل الشیعہ** میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم ایک مرتبہ رسول اللہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ مجھکو اس آیت کے معنی بتلا دیجئے "استکبرت ام کنت من العالین" (خدا نے ابلیس سے کہا کہ تو نے جو آدم کو سجدہ نہیں کیا تو کیا تو نے تکبر کیا ہے یا تو اُن عالین میں سے ہے جو مامور بہ سجدہ نہیں تھا) یا رسول اللہ وہ کون بزرگوار ہیں جو ملائکہ سے اعلیٰ ہیں فرمایا رسول اللہ نے میں۔ علی۔ فاطمہ اور حسنین ہم سرادقات عرش میں خدا کی تسبیح کرتے تھے اور ملائکہ نے ہماری تسبیح سنکر خدا کی تسبیح کی حضرت آدم کی خلقت سے ہزار سال پہلے۔ پس اللہ تعالےٰ نے آدم کو خلق کیا تو ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں اور ہم کو سجدے کا حکم نہیں دیا۔ پس سب ملائکہ نے سوائے ابلیس کے سجدہ کیا اور اس نے سجدے سے

انکار کیا ابلیس نے خدا نے کہا کہ تو متکبر ہو گیا ہے یا تو ان نفوس عالیہ میں سے ہے جنکے اسماء مبارک زیر ساق عرش پر لکھے ہوئے ہیں پس ہم ہی باب اللہ ہیں جس کے ذریعہ سے خدا تک پہنچا جاتا ہے اور ہمارے ہی ذریعہ سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں پس جو ہمیں دوست رکھیگا اُس کو خدا دوست رکھیگا اور جو ہم کو دشمن رکھے گا اُس کو خدا دشمن رکھیگا اور آتش جہنم میں جگہ دیگا اور نہیں محبت کرتا ہم سے مگر وہ جس کی ولادت پاک ہے (دشمن اہلبیت حرام زادہ ہوتا ہے)

بصائر الدرجات - میں محمد بن مروان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت صادق آل محمد فرماتے تھے کہ اللہ نے ہم کو اپنے نور عظمت سے خلق فرمایا پھر ہماری صورتوں کو عرش کے نیچے کی طینت مخزونہ مکنونہ سے بنایا پس ہم اُس کی مخلوق بشر نورانیین ہیں اس میں کسی اور مخلوق کو حصہ نہیں دیا گیا اور ہمارے شیعوں کی روح کو ہمارے بدنوں کی طینت سے خلق کیا ہے اور اُنکے بدنوں کو اُس سے ادنیٰ درجہ کی طینت سے اور اس طینت میں سوائے انبیاءؑ کے اور کسی کا حصہ نہیں قرار دیا گیا الخ ایک اور حدیث کو جابر بن یزید جعفی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ عالم انوار میں جب کہ کوئی مخلوق موجود نہ تھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے انوار کو حکم دیا کہ اُس کی تسبیح کریں پس اُنہوں نے تسبیح شروع کی پس ہماری تسبیح سے ملائکہ نے تسبیح کی اور اگر ہم اول تسبیح خدا نہ کرتے تو وہ (ملائکہ) نہ جانتے کہ کس طرح خدا کی تسبیح کریں - یعنی ملائکہ نے تسبیح ہم ہی سے سیکھی ہے - پھر خدا نے اپنے حبیب کو خطاب کر کے فرمایا اے محمدؐ مجھکو اپنے عزت و جلال و علو شان کی قسم ہے اگر تو اور علیؑ اور عترت و ذریت ہادیین مہدیین پیدا کرنے نہ ہوتے تو میں نہ زمین کو پیدا کرتا اور نہ آسمان کو اور نہ دوزخ کو نہ جنت کو اور نہ ملائکہ اور مخلوق کو - اے محمدؐ تو ہی میرا خلیل و حبیب و صفی اور بہترین مخلوق اور سب سے محبوب ہے اور تو ہی وہ ہے جس کو میں نے پہلے پہلے خلق کیا اور پھر تیرے بعد صدیق اکبر امیر المومنین علیؑ ہے اُس سے میں نے تائید کی اور نصرت کی اور تیرا وصی بنایا اور اُس کو عروۃ وثقیٰ - نور اولیاء و منارۂ ہدیٰ قرار دیا - پھر یہ ہادیان برحق ہیں (اے میرے محبوبو) تمہارے ہی لئے میں نے خلق کو مخلوق کیا ہے اور تم ہی بہترین مخلوق ہو میرے اور میری مخلوق کے درمیان میں نے تم کو اپنے نور عظمت سے پیدا کیا ہے پس ہر ایک چیز ہالک ہے مگر میری وجہ اور تم ہی میری وجہ ہو (جسکے ذریعہ سے مجھکو پہچانا جاتا ہے اور مجھ تک پہنچا جاتا ہے) پس تم نہ ہلاک ہو گے اور نہ فنا (کل شیئٍ ھالک الا وجہہ و کل من علیھا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام) الخ حدیث بہت طولانی ہے تبرکاً تھوڑا سا حصہ نقل کیا گیا۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے فرماتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ علیؑ باہر سے تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا اے وہ شخص جو اپنے باپ سے چالیس ہزار سال پہلے خلق ہوا ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا بیٹا بھی باپ سے پہلے پیدا ہو سکتا ہے فرمایا ہاں۔ خدا نے پیدا کیا مجھکو اور علی کو ایک نور سے آدم سے چالیس ہزار سال پہلے۔ پھر اُس نور کو دو ٹکڑے کیا اور پھر تمام اشیاء کو میرے اور علیؑ کے نور سے خلق کیا۔ پھر ہم کو اپنے عرش تقدیری پر قرار دیا پس ہم نے خدا کی تسبیح کی پس ملائکہ نے بھی تسبیح کی پھر ہم نے تہلیل و تکبیر کی پس ملائکہ نے بھی تہلیل و تکبیر ادا کی۔ پس جو کوئی بھی خدا کی تسبیح و تقدیس تہلیل و تکبیر کرتا ہے وہ علیؑ کی تعلیم سے ہے۔ اور سب علی کے شاگرد ہیں۔ انا مدینة العلم و علی بابہا۔ لاریب یہ تعلیم باب علم ہی سے ہوگی (ما فہم ولا تعقل ولا تکن من الجاہلین۔ الجاہلین)

قال علیہ السلام انی وان کنت ابن آدم صورۃ فلی فیہ معنا شاہد بابوتی یعنی اگرچہ بظاہر میں آدم کا بیٹا ہوں لیکن باطن میں دلیل و شاہد موجود ہے کہ میں اُن کا باپ ہوں۔ احادیث و روایات متعلقہ انوار ائمہ علیہم السلام بیشمار ہیں۔ (کتب مفصلات ملاحظہ ہوں) اور آیات قرآن اس پر دال یعنی تمام احادیث آیات ہی سے مستنبط ہیں کیونکہ اگر حدیث کا مدرک قرآن نہ ہو تو وہ صحیح نہیں مانی جا سکتی۔ آیہ نور ظاہر ہے (منجملہ اُن آیہ کریمہ۔ واتبعوا النور الذی انزل معہ "اور پیروی کرو رسولؐ کی اور اس نور کی جو ساتھ اُتارا گیا ہے۔) پس یہ نور جس کو رسولؐ سے معیت تامہ مطلقہ ہر زمان اور ہر مکان میں حاصل ہے سوا اُسکے کون ہو سکتا ہے جو جزو نور محمدی ہے۔ تفاسیر مؤید ہیں کہ نور سے مراد علی ابن ابیطالب ہی ہیں۔ اور باقی ائمہ علیہ السلام اسی نور کے جزو ہیں ان احادیث کا مفاد یہی ہے کہ مادہ نورانیہ ائمہ مثل پیغمبرؐ فوق جمیع مواد ہے اور مرکز اس کا عرش الٰہی ثم ادلہ نیہ کثیفہ۔ اگر عرش سے نہ ہوتا تو عرش تک نہ پہنچ سکتا۔ کل شئی یرجع الی اصلہ۔ اس کو اپنے مادہ ارضیہ پر قیاس نادانی ہے۔ ہماری ارواح سے بھی وہ کہیں لطیف تر ہے۔

خاص روح مسدد ائمہ علیہ السلام

پہلے ذکر آ چکا ہے اور احادیث لکھی جا چکی ہیں کہ انبیاء و ائمہ میں ایک روح قدس ہوتی ہے جو دوسروں میں نہیں ہوتی چنانچہ کتاب بصائر الدرجات وغیرہ میں متعدد طرق مختلفہ سے مروی ہے۔ منجملہ اُنکے حدیث جابر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تین طبقوں میں پیدا کیا ہے۔ ایک طبقہ سابقین اولین کا ہے اور وہ انبیاء اور خاصان خدا و ائمہ ہدیٰ ہیں اُن میں پانچ روحیں قرار دی ہیں ایک روح القدس ہے اور یہ عام انسانوں میں نہیں ہوتی۔ وغیرہا۔ لیکن آنحضرتؐ و ائمہ ہدیٰ کیلئے ایک اور روح خاص خدا نے عطا کی ہے اور انبیاءؑ

کو نہیں دی گئی چنانچہ ملاحظہ ہوں تفسیر آیہ شریفہ وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ۔ صادق علیہ السلام فرماتے ہیں وہ ایک مخلوق ہے جو اعظم ہے جبرئیل و میکائیل سے وہ پیغمبر کی گئی ہے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ان کو خبر دیتی ہے اور ان کی تسدید و تائید کرتی ہے اور وہی ائمہ کے ساتھ ہوتی اور ان کی تائید و تسدید کرتی ہے۔

ایضاً بصائر الدرجات میں محمد ابن مسلم سے روایت ہے کہ جناب باقر العلوم علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ روح ایک مخلوق اعظم ہے ملائکہ و جبرئیل و میکائیل سے یہ رسول اللہ کے ساتھ تھی اور یہی ائمہ کے ساتھ ہے۔

ایضاً منتخب البصائر میں ہشام بن سالم سے مروی ہے کہتا ہے کہ میں نے صادق آل محمد سے سنا کہ فرماتے تھے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ میں روح ایک مخلوق اعظم الٰہی ہے جو ملائکہ و جبرئیل و میکائیل سے افضل و اعظم ہے اور وہ سوائے محمد مصطفٰے اور کسی نبی کے ساتھ نہ تھی اور وہ ہی ائمہ کے ساتھ ہے اور ان کی تائید و تسدید کرتی ہے۔ وَلَیْسَ کُلُّمَا طُلِبَ وُجِدَ

ایضاً سعد اسکاف سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک شخص جناب امیر المومنین علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے روح کی بابت سوال کیا اور کہا کہ کیا یہ جبرئیل نہیں ہے؟ فرمایا جبرئیل ملائکہ میں سے ہیں اور روح غیر ملائکہ ہے دو دفعہ یہی فرمایا سائل نے کہا آپ نے تو بہت بڑی بات کہی اور کوئی شخص یہ گمان نہیں کرتا کہ روح غیر جبرئیل ہے آپ نے فرمایا تو گمراہ اور گمراہوں کی باتیں روایت کرتا ہے خدا اپنے پیغمبر سے فرماتا ہے اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَةَ بِالرُّوْحِ پس معلوم ہے کہ روح غیر ملائکہ ہے کہ اس کو علیحدہ ذکر کیا ہے۔ (انتہی) توضیح خاتمہ میں آئے گی۔ غرض یہ روح ملائکہ سے کہیں افضل و اعظم ہے۔

ولادت ائمہ

علی ابن ابراہیم القمی اپنی تفسیر میں حسن بن راشد سے روایت کرتے ہیں کہ صادق آل محمد نے فرمایا کہ جب اللہ چاہتا ہے کہ امام کو خلق فرمائے تو تحت عرش سے ایک گھونٹ پانی لیتا ہے اور ایک فرشتے کو دیتا ہے کہ امام کے باپ کو پلا دے پس اس پانی سے خدا اس امام کو خلق فرماتا ہے اور جب اس کی ولادت کا وقت قریب آتا ہے تو خدا اسی فرشتے کو بھیجتا ہے وہ اس کی پیشانی پر لکھ دیتا ہے وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ **ایضاً** سلیمان سے منقول ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ امام کا نطفہ جنت سے ہے (یعنی ارضی نہیں ہے) جب وہ شکم مادر سے زمین پر آتا ہے تو ہاتھ زمین پر ٹیکتا ہے اور سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ سائل نے دریافت کیا ایسا

کیوں کرتا ہے فرمایا ایک منادی درمیان عرش سے از جانب خدا ندا دیتا ہے ثابت و قائم ہو کیونکہ تو میری برگزیدہ مخلوق ہے اور میرے علم کا صندوق اور میں نے تیرے اور تیرے دوستوں کیلئے اپنی رحمت واجب کردی ہے اور جنت بخش دی ہے اور اپنی ہمسائگی حلال کردی ہے مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے کہ تیرے دشمنوں کو سخت عذاب سے معذب کرونگا اگرچہ دنیا میں اُن کو وسعت رزق دوں پس جب منادی کی ندا ختم ہوتی ہے تو امام اسی حالت میں اس طرح جواب دیتا ہے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىِٕمًۢا بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ جب یہ کہتا ہے تو خدا اُس کو علم اولین و آخرین عطا کردیتا ہے اور شب قدر میں زیارت روح کا مستحق ہوجاتا ہے اور اُسکے لئے ایک عمود نور بلند کیا جاتا ہے جس سے تمام لوگوں کے اعمال دیکھتا ہے۔ اور اُن پر حجت لاتا ہے۔

ایضاً۔ ابو بصیر سے روایت ہے فرماتے ہیں جس سال جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں میں جناب جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ حج کو چلا۔ جب منزل الابواء پر پہنچے تو وہاں قیام کیا۔ ہمارے لئے غذا تیار کی گئی۔ ناگاہ حمیدہ خاتون والدۂ جناب موسیٰ کاظم کا قاصد پہنچا آپ اندر تشریف لے گئے اور خوشی خوشی باہر تشریف لائے دریافت کیا تو ولادت باسعادت موسیٰ کاظم کی بشارت دی اور فرمایا کہ حمیدہ نے مجھکو ایک بات سنائی جس کو میں پہلے سے جانتا ہوں اور اس سے بہتر۔ میں نے عرض کیا حضرتؑ وہ کیا بات تھی۔ فرمایا جس وقت بچہ پیدا ہوا۔ ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور سر آسمان کی طرف بلند کیا۔ میں نے اُس سے کہا۔ یہ نشانی ہے رسول اللہ کی اُن کی ولادت بھی ایسی ہی ہوئی تھی اور یہی امام کی نشانی ہے۔ میں نے عرض کیا یہ کیا نشانی ہے۔ فرمایا کہ جب میرے دادا کا نطفہ منعقد ہونیکو ہوا تو ایک آنے والا خداوند عالم کی طرف سے اُن کے والد کے پاس آیا اور ایک پیالہ لایا جس میں شربت تھا جو پانی سے رقیق۔ دودھ سے سفید۔ مسکہ سے نرم شہد سے شیریں اور برف سے سرد تر تھا وہ اُن کو پلادیا اور ہم بستری کو کہا پس اُس سے میرے دادا کا نطفہ منعقد ہوا۔ اور جس شب کو والد کا نطفہ قائم ہونا تھا تو میرے دادا کے پاس وہ قاصد الٰہی آیا اور وہ ہی شربت اُن کو پلایا اور انہوں نے اپنی زوجہ سے ہم بستری کی اور میرے والد ماجد کا نطفہ منعقد ہوا اور جب میرا نطفہ قائم ہونے والا تھا تو بھی وہ آنے والا میرے والد کے پاس آیا۔ اور وہ ہی شربت پلایا اور اسی طرح میرا نطفہ منعقد ہوا پس اسی طرح جس شب کو میرے اس بیٹے کا نطفہ ٹھیرنا تھا میرے پاس وہ ہی قاصد وہ ہی شربت لایا اور مجھے پلاکر صحبت کو کہا میں نے جب حمیدہ سے ہم بستری کی تو وہ نطفہ منعقد ہوا پس یہ نطفہ امام ہوتا ہے جس کی میں نے تم کو خبر دی پس اس طرح نطفہ قائم ہوکر جب اسکو رحم میں چالیس دن گذر جاتے ہیں تو شکم مادر ہی میں اُسکے لئے ایک عمود نور بلند

کیا جاتا ہے پس اُس سے جہانتک اُس کی نظر جاتی ہے دیکھتا ہے اور جب چار ماہ کا ہوجاتا ہے تو ایک فرشتہ آتا ہے اور وہ اُسکے کندھوں پر لکھتا ہے وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ اور جب وہ شکم مادر سے باہر آتا ہے تو ہاتھ زمین پر ٹیک دیتا ہے اور سر آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے ہوتا ہے پس ہاتھ زمین پر رکھنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ وہ اُن تمام علم پر قبضہ کرتا ہے جو آسمان سے زمین کی طرف اُتارے جا چکے ہیں اور آسمان کی طرف سر کو اس لئے بلند کرتا ہے کہ آواز منادی کو سنتا ہے جو وسط عرش سے ازجانب خدا اُس کا اور اُس کے باپ کا نام لیکر ندا دیتا ہے ارشاد ہوتا ہے ثابت رہو خدا تجھے ثابت و قائم رکھے میں نے تجھکو ایک امر عظیم کیواسطے خلق کیا ہے۔ تو ہی مخلوق برگزیدہ ہے اور علم کا صندوق اور میرے اسرار کا خزانہ میں نے تیرے اور تیرے دوستوں کیلئے رحمت واجب کر دی ہے اور جنت بخش دی ہے اور اپنا قرب و جوار حلال کر دیا ہے اور مجھکو اپنے عزت و جلال کی قسم ہے تیرے دشمنوں کو سخت خدا ب کرونگا اگرچہ دنیا میں اُن کو وسعت رزق دوں جب منادی کی ندا ختم ہوتی ہے تو امام جواب دیتا ہے شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ جب اُس نے یہ کہدیا تو خدا نے اُس کو علم اولین و آخرین عطا کر دیا اور شب قدر میں زیارت روح کا مستحق و مستوجب ہوگیا میں نے عرض کیا میں آپ پر فدا ہوں کیا روح سے مراد جبرئیل نہیں ہے۔ فرمایا جبرئیل ملائکہ سے ہے اور وہ ایک مخلوق ہے جو اعظم ہے ملائکہ سے کیا خدا نے نہیں فرمایا تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم (اُس شب میں ملائکہ اور روح باذن پروردگار نازل ہوتے ہیں) پس روح اور چیز ہے ملائکہ اور شے۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ۔ علم اولین و آخرین کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اولین سے مراد علم انبیاء سابقین و ملائکہ مقربین ہے اور آخرین سے مراد علم خاتم النبیین۔ فافہم۔ ان احادیث سے بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مثل انبیاء علیہم السلام ائمہ علیہم السلام کی ارواح غیر ارواح عوام الناس ہیں بلکہ ان کی روح تمام انبیاء کی ارواح سے بھی افضل ہے اور انکو ایک ایسی روح دی گئی ہے جو سوائے پیغمبر خدا اور کسی پیغمبر کو نہیں دی گئی اور اُنکے اجسام اجسام نورانیہ اور وہ بشر نورانیین ہیں اور انکی طینت کو اس عالم کے مادۂ کثیفہ ظلمانیہ سے کوئی تعلق ہی نہیں اور ان کی ولادت مثل انبیاء عالم امری سے ہے نہ عالم خلق مادی سے انکا مادہ فوق سدرۃ المنتہیٰ مقام عرش پروردگار عالم سے ہے یہی وجہ ہے کہ تمام دیگر ممکنات کی ترقی کا منتہا عملاً و علماً سدرۃ المنتہیٰ ہے اور اُن کا مقام عرش اعظم الٰہی۔ نہیں نہیں ہیں نے غلطی کی عرش اعظم کی اصل یہ ہیں اور وہ انہی کے پرتو نور سے ہے لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے جناب امیر المومنینؑ مادۂ ظلمانیہ سے ترقی کر کے عالم انوار میں پہنچے وہ قطعاً معرفت امامت سے جاہل اور اُسکے مراتب سے ناواقف ہے

وہ امام کو اپنا جیسا انسان قیاس کرتا ہے۔ الّا یہ کہ اُن کو کچھ زیادہ پڑھا لکھا اور ترقی یافتہ جانتا ہے۔
لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اسی طرح اور مادۂ ظلمانیہ کو مقتضیات طبیعت حیوانیہ سے تعبیر اور عموم طبائع حیوانیہ
میں امام کو شمار کرے۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ صورت بشری میں مماثلت تماثل و نشانہ حقیقی باطنی کو مقتضی نہیں ان میں
قوائے حیوانیہ ہیں لیکن تحت حکم روح نبوتی وہ بشر ہیں مگر بشر روحانی وہ روح مجسد و جسد مروّح ہیں خلا تقسھم
بغیرھم فان دین اللہ لا یصاب بالقیاس۔

بعض علامات امام ؑ | یہاں مناسب ہے چند علامات خاصہ امام علیہ السلام اور بیان کر دیں تاکہ مومنین کے قلوب نور ایمان و ایقان سے اور روشن ہو جائیں اور وہ امام کو پہچان سکیں اور سچے اور جھوٹے امام میں تمیز کر لیں اور نوزائیدہ مدعیان امامت و مہدویت سے پرہیز کریں :۔

جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ امام کی چند علامتیں ہیں امام سب سے زیادہ عالم، سب سے زیادہ دانا، سب سے زیادہ متقی، سب سے بردبار، سب سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ سخی اور عبادت گذار ہوتا ہے ماں کے پیٹ سے پاک و پاکیزہ اور ختنہ شدہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح آگے سے اُسکے سایہ نہیں ہوتا۔ جب وہ ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے تو ہتھیلیوں کے بل زمین پر آتا ہے اور شہادتیں پڑھتا ہے۔ اُس کو احتلام نہیں ہوتا اُس کی آنکھ سوتی ہے مگر دل نہیں سوتا (کیونکہ شہید علی الناس ہے) اور وہ محدث ہوتا ہے (یعنی خدا اُس سے باتیں کرتا ہے خواہ بلا واسطہ یا بواسطہ ملائکہ) رسول اللہ کی زرہ اوسکے درست آتی ہے اور کسی کے نہیں آتی۔ اُس کا پیشاب و پاخانہ دکھلائی نہیں دیتا۔ زمین من جانب اللہ موکل ہے کہ فوراً جذب کر لے۔ وہ لوگوں کی جانوں پر خود اُن سے زیادہ متصرف اور ان کا مالک ہوتا ہے۔ (النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم) اور اُن پر اُن کے ماں باپ سے زیادہ مہربان۔ اور اللہ جل شانہ کے لئے سب سے زیادہ متواضع ہوتا ہے۔ جس چیز کا لوگوں کو حکم دیتا ہے اُس کی سب سے زیادہ پابندی کرتا ہے اور جس چیز سے منع کرتا ہے خود باز رہتا ہے اُس کی دعا مستجاب ہوتی ہے حتےٰ کہ اگر وہ پتھر پر دعا کرے تو وہ دو ٹکڑے ہو جائے اُسکے پاس رسول ؐ کا اسلحہ ہوتا ہے اور آنحضرت ؐ کی تلوار۔ اُسکے پاس ایک صحیفہ ہوتا ہے جس میں اُسکے تمام دوستوں اور تمام دشمنوں کے نام درج ہیں۔ اُسکے پاس صحیفہ جامعہ ہے جس میں تمام ضروریات بنی آدم تا روز قیامت مندرج ہیں۔ اُسکے پاس جفر اکبر و جفر اصغر ہے جن میں جمیع علوم مندرج ہیں یہانتک کہ اگر کسی کے ایک ذرا سی کھرونچ آ جائے اس کا بھی حکم وحد اُس میں موجود ہے اور ایک کوڑے اور آدھ کوڑے تک

کی حد کے احکام لکھے ہوتے ہیں۔ نیز اُنکے پاس صحیفہ فاطمہ صلوات اللہ علیہا ہے۔ (معانی الاخبار عیون)
نیز احتجاج طبرسی میں بھی یہ مضمون ہے۔ صفات کاملہ مناقب فاضلہ جو اُن احادیث میں مذکور ہیں جملہ اوصاف نبوی ہیں جن میں امام شریک ہے۔

امام کی حقیقت امامؑ کی زبانی کوئی شے اپنے مافوق کا ادراک و احاطہ نہیں کر سکتی لہٰذا امام کی حقیقت فوق حقایق جمع ناس بلکہ جمیع ممکنات ہے اسلئے کسی ممکن کیلئے اس کا احاطہ ممکن نہیں۔ وہ ہی جانتے ہیں جو اس درجہ عظمیٰ و مرتبہ عالیہ پر فائز ہیں اسواسطے اس باب میں جو کچھ خود فرمائیں وہ ہی حق و صدق ہے۔ لہٰذا ایک حدیث جامع یہاں نقل کرتے ہیں جس سے اکثر مطالب امامت پر روشنی پڑیگی اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر انسان نور ایمان رکھتا ہوگا تو کچھ نہ کچھ ضرور عظمت امامت اُسکے دل میں قائم و ثابت ہو جائیگی وھو ہذا:۔

عبدالعزیز ابن مسلم کہتے ہیں کہ جناب امام رضا علیہ السلام کے زمانے میں۔ ایک مرتبہ ہم رو میں تھے پس اُس کی جامع مسجد میں روز جمعہ جمع ہوئے۔ اور امامت کا مسئلہ چھڑ گیا اور اس باب میں لوگوں کے کثرت اختلاف کا ذکر ہونے لگا پس میں جناب امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسئلہ امامت کے متعلق لوگوں کی گفتگو کا ذکر کیا آپ مُسکرائے اور فرمایا اے عبدالعزیز لوگ جاہل ہیں اور اُنہوں نے اپنی آراء سے دھوکا کھایا ہے بتحقیق کہ "اللہ تعالےٰ نے نہیں اُٹھایا اپنے پیغمبر کو جب تک کہ اپنے دین کو کامل نہ کر دیا۔ اور نازل کیا اُس پر قرآن کو جس میں ہر ایک چیز کا بیان موجود ہے۔ اس میں حلال و حرام و حدود و احکام اور تمام ضروریات انسان کاملاً موجود ہیں۔ جیسا کہ فرماتا ہے: "ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی ہے۔" اور حجۃ الوداع میں جو حضرتؐ کا آخری زمانہ ہے یہ آیت نازل فرمائی کہ "آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا" اور مسئلہ امامت اتمام دین سے ہے اور نہیں گئے پیغمبر خدا اس دنیا سے مگر بعد اسکے کہ انہوں نے بیان کر دیا امت سے معالم دین کو۔ اور واضح کر دیا انکے لئے اُسکے راستے کو۔ اور قائم کر دیا اُن کو راہ حق میں۔ اور علیؑ کو اُن کے لئے امام نصب کیا اور شان دین اور امت کی کسی ضرورت کو بلا بیان کئے نہیں چھوڑا۔ پس جو یہ کہے کہ خدا نے اپنے دین کو کامل نہیں کیا وہ کتاب اللہ کو رد کرتا ہے پس وہ کافر ہے۔ کیا یہ لوگ امامت کی قدر و منزلت اور اُس کا محل و مرتبہ پہچانتے ہیں؟ تاکہ اُن کو اس میں اختیار اور دست اندازی جائز ہو۔ بتحقیق کہ امامت کی قدر و منزلت و شان و عظمت اس سے کہیں اجل و اعظم و ارفع و اعلیٰ ہے کہ لوگوں کی عقلیں اُس کو پہنچ سکیں اور اپنی رایوں سے اُسکو پالیں یا اپنے

اختیار سے امام بنالیں۔ یہ امامت وہ چیز ہے جس سے اللہ جل شانہ نے اپنے خلیل ابراہیم کو بعد نبوت و خلعت رسالت مختص و مخصوص فرمایا اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے کہ جس سے انہی کو اول مشرف کیا اور اس کا ذکر اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے فقال انی جاعلک للناس اماما (اے ابراہیم میں تم کو تمام انسانوں کا امام بنانیوالا ہوں) پس خلیل نے مسرور ہوکر فرمایا "ومن ذریتی" یعنی اے پروردگار کیا یہ مرتبہ میری ذریت میں سے بھی کسی کو نصیب ہوگا فرمایا "لا ینال عهدی الظالمین" یعنی یہ میرا عہد امامت ظالمین کو نہیں پہنچ سکتا۔ پس اس آیت نے روز قیامت تک ہر ایک ظالم و گنہگار فاسق و فاجر کی امامت کو باطل کر دیا اور یہ مخصوص ہوگئی برگزیدگان و خاصان خدا معصومین کیواسطے پھر اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم کو یہ کرامت عطا کی کہ ان کی ذریت میں صاحبان صفوۃ و طہارت معصومین خلق کئے اور فرمایا ہم نے اسکو اسحق و یعقوب عطا کئے اور ہر ایک کو صالح بنایا اور ان کو ہم نے امام بنایا کہ وہ ہدایت کرتے ہیں ہمارے امر سے اور ہم نے ان کو تمام افعال خیر کے بجالانے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوۃ کے ادا کرنے کی وحی کی اور وہ ہمارے ہی عبادت گذار تھے پس یہ امامت انکے ذریت میں نسلاً بعد نسلٍ و جداً عن جد بطور وراثت چلی آئی یہانتک کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب کو اس کا وارث کیا اور فرمایا "ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المؤمنین" یعنی اس مرتبہ ابراہیم کے مستحق اور اسکے لئے اولی و انسب وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کا اتباع کیا اور یہ نبی اور اہل ایمان اور اللہ ولی ہے تمام مومنین کا۔ پس مخصوص یہ امامت آنحضرت کو ہوئی۔ پھر حضرت نے بحکم خدا اسی طریق سے جو اللہ نے فرض کیا تھا اس کو حضرت علی کے سپرد کیا۔ پس پھر وہ اس کی ذریت برگزیدہ و طیبہ و طاہرہ میں ہوگئی جن کو خدا نے علم و ایمان عطا کیا ہے "وقال عزوجل۔ وقال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتاب اللہ الی یوم البعث" پس یہ امامت اولاد علی ابن ابی طالب ہی میں روز قیامت تک رہیگی کیونکہ بعد محمد مصطفے کوئی نبی تو آئیگا ہی نہیں (اگر نبی ہوتا تو یہ سارے کے سارے نبی بھی ہوتے) پس جہال کو امامت کا کیا اختیار ہے۔ کہ اپنی طرف سے کسی کو امام بنادیں۔ یہ مرتبہ انبیاء وارث اوصیاء ہے اور امامت خلافت اللہ و خلافت رسول و مقام امیر المومنین علی ابن ابیطالب و میراث حسنین علیہم السلام ہے۔ امامت زمام اسلام۔ نظام مسلمین صلاح دین اور عزت مومنین ہے۔ امامت اسلام کی اصل نامی اور فرع سامی ہے۔ امام ہی سے صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج و جہاد۔ و غنائم و صدقات۔ و اجراء حدود و احکام کی تکمیل و حفاظت حدود و اطراف اسلام وابستہ ہے امام حلال خدا کو حلال کرتا ہے اور حرام خدا کو حرام۔ حدود الٰہی کو قائم کرتا ہے اور دین خدا کی حفاظت اور لوگوں کو واحد خدا کی طرف حکمت نصیحت اور حجت بالغہ سے بلاتا اور دعوت دیتا ہے امام ایک آفتاب درخشاں

جو اپنے نور سے عالم کو روشن کرتا ہے وہ اپنی ایسی افق میں ہے کہ نہ لوگوں کے ہاتھ اُس کو مس کر سکتے ہیں اور نہ آنکھیں اس کا احساس۔ امام بدر منیر و شمع روشن و نور ساطع اور ایک ستارہ درخشاں ہے جو شب جہالت کی تاریکیوں صحرائے ضلالت و شہر غوایت کی راہوں اور دریائے بغاوت کے گہرائیوں میں لوگوں کو ہدایت کرتا ہے۔ امام تشنگان وادی ہدایت کے لئے آب شیریں بھٹکے ہوؤں کو راہ بتانیوالا اور ہلاکت سے نجات دینے والا ہے۔ امام سحاب رحمت اور برابر برسنے والا ابر نعمت ہے وہ عالم کو روشن کر دینے والا آفتاب اور سب کو اپنے سایہ رحمت و شفقت میں لے لینے والا آسمان اور سب کو اپنی پناہ میں رکھنے والی وسیع زمین وہ چشمہ کثیر الماء تالاب پُرآب اور باغ سرسبز و شاداب ہے۔ امام دوست غمخوار۔ پدر مہربان اور برادر حقیقی ہوتا ہے۔ امام امین خدا ہے اُس کی زمین میں اور حجت اُسکے بندوں پر اور خلیفہ اُسکے ملکوں میں۔ خدا کی طرف بلانے والا ہے اور حرمات الٰہیہ کی حفاظت کرنے والا۔ امام گناہوں سے طاہر و مطہر اور عیوب سے مبرا و منزہ ہوتا ہے اور مخصوص بالعلم و موسوم بالحلم اور وہ ہی نظام دین۔ عزت مسلمین غیظ منافقین و ہلاکت کافرین ہے۔ امام یکتائے روزگار ہوتا ہے کوئی اسکے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ کوئی عالم اس کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا اور اس کا بدل و عوض نہیں مل سکتا نہ اس کا کوئی مثل ہوتا ہے اور نہ نظیر۔ وہ تمام فضل خداوندی سے مخصوص ہوتا ہے۔ بلا اسکے کہ اسکو کسی سے کسب و تحصیل یا کسی سے طلب کرے۔ بلکہ یہ صرف خداوند تفضل وہاب کا ایک اختصاص خاص ہے۔ (ذَالِکَ فَضلُ اللّٰہِ یُوتِیہِ مَن یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ ذُوالفَضلِ العَظِیم) کون ہے جو معرفت امام کو پہنچ سکے۔ یا اسکو امام کا اختیار و نصب کرنا ممکن ہو۔ بہت بعید بہت بعید۔ عقلیں یہاں گمراہ حیران و سرگرداں بھٹکتی ہیں اور دل کی آنکھیں اسکے ادراک سے درماندہ۔ بڑے بڑے فضلاء خطباء و عقلاء اس مسئلہ کے حل کرنے سے عاجز۔ حکماء حیران ہیں اور دانایاں روزگار جاہل اور شعراء۔ ادباء و فصحاء و بلغاء کی زبانیں اُس کی ایک شان کے بیان اور اوسکے فضائل میں ایک فضیلت کی توصیف سے عاجز و کند ہو گئی ہیں۔ پس اُنہوں نے اپنے عجز و تقصیر کا اقرار کیا اور کیونکر اُس کی تعریف کی جا سکتی ہے یا اُس کی کُنہ بیان ہو سکتی ہے۔ یا اُس کی بابت کچھ سمجھ میں آسکتا ہے یا اُس کی قائم مقامی کے لئے کوئی پایا جا سکتا ہے جو اُسکے وجود سے مستغنی و بے پروا کر دے ہرگز نہیں اور کسی طرح ممکن نہیں اُس کا مقام اُسکے حاصل کرنے والوں کے ہاتھ اور توصیف کرنے والوں کی زبان سے ثریا پر ہے اُن کو وہاں تک رسائی ممکن ہی نہیں۔ پس کہاں ممکن ہے کہ ایسے امام کو انسان خود انتخاب کریں اور کیا عقول اسکے درجہ کو پہنچ سکتی ہیں اور کیونکر اُس کا کوئی قائم مقام ہو سکتا ہے کیا یہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں

کہ یہ امامت سوائے آلِ رسولؐ و اولادِ بتولؑ کہیں اور بھی پائی جاسکتی ہے۔ واللہ اُنکے نفوس نے اُن کو جھٹلایا ہے۔ اور اباطیل دنیا نے انکو اس کا آرزومند بنایا ہے اور انہیں نے ایسے دشوار گذار زینے پر قدم رکھا ہے کہ جہاں سے اسفل السافلین میں گر جینگے۔ انہوں نے بہت دشوار امر کا قصد کیا۔ اور جھوٹ بولا۔ اور راہ حق سے بہت ہی دور نکل گئے جبکہ انہوں نے امام حق کو دیدہ و دانستہ ترک کیا۔ اور شیطان نے اُنکے اعمال کو مزین کرکے دکھایا اور اُنہیں راہ راست سے پھیر دیا۔ حالانکہ وہ سب کچھ سمجھتے تھے۔ وہ انتخاب واختیار خدا اور رسولؐ کو چھوڑ کر اپنے انتخاب کی طرف مائل ہوئے حالانکہ قرآن باواز بلند پکار پکار کر کہ رہا ہے۔ "رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ" (تیرا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے پسند وانتخاب کرتا ہے۔ لوگوں کو ہرگز اختیار نہیں۔ پاک و بزرگ ہے خدائے تعالیٰ اُس چیز سے جس کو یہ لوگ اُسکے ساتھ شریک کرتے ہیں)" وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ۔ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ (قصص) (جب خدا اور اُس کا رسول کسی امر کا فیصلہ کردیں تو کسی مومن یا مومنہ کو اُنکے کسی معاملے میں اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے پر عمل کریں) نیز خداوند عالم فرماتا ہے تمہیں کیا ہوگیا ہے تم یہ کیسے حکم کرتے ہو۔ یا تمہارے لئے کوئی کتاب اتری ہے جس میں پڑھتے ہو کہ اس میں تمہارے لئے وہ چیز ہے جس کو تم پسند کرتے اور خواہش رکھتے ہو۔ یا تمہارے ہم پر عہد و پیمان ہیں تا روزِ قیامت اور ہم نے قسم کھائی ہے کہ تمہارے ہی لئے ہے جو کچھ کہ تم حکم کرتے ہو۔ پوچھو اُن سے کون ان میں سے اس بات کا مدعی ہے۔ یا اونکے شریک ہیں جو اُن کو مدد دیتے ہیں پس وہ لائیں اپنے شریکوں کو اگر وہ سچے ہیں۔ کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں کہ ان میں حق داخل ہی نہیں ہوتا۔ یا اللہ نے انکے دلوں پر مہر لگادی ہے اور وہ ادراک نہیں کرسکتے یا انہوں نے کہا کہ انہوں نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے نہیں بتحقیق خدا کے نزدیک سب سے بُرے جانور وہ ہی ہیں جو بہرے گونگے ہیں اور ادراک نہیں رکھتے اگر ان لوگوں میں خیر دیکھتا تو حق کو سنا دیتا۔ اور اگر اب اُن کو سناتا تو پھر اُس سے پھر جاتے اور اعراض کرلیتے اور وہ کہتے کہ انہوں نے سُنا اور اُس سے نافرمانی کی۔ یہ امامت ایسی چیز نہیں ہے کہ کسی کو اپنے اختیار سے حاصل ہوجائے یا لوگ اوسکو انتخاب کرلیں۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور وہ ہی بڑا صاحب فضل ہے۔ پس کیونکر اُنکے لئے ممکن ہے کہ وہ امام کو انتخاب

یا اختیار کریں حالانکہ امام ایسا عالم ہوتا ہے جس پر کبھی جہالت طاری نہیں ہوتی۔ اور وہ ایسا
ہادی صراط الٰہی ہے کہ کبھی اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔ وہ معدن تقدس و طہارت و نسک و
زہادت و علم و عبادت ہے وہ ہی مخصوص ہے دعوت رسول کیلئے یعنی بعد رسول اللہ داعی
الی الحق وہی ہے۔ وہ فاطمہ زہرا و بتول عذرا کی نسل ہے۔ نہ اس کے نسب میں کوئی کھوٹ
نکال سکتا ہے اور نہ اس کے حسب کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے۔ وہ قبیلۂ قریش۔ خاندان بنی ہاشم اور
اہل و عترت رسول اور پسندیدہ و برگزیدہ خدا اشرف اشراف و فرع عبد مناف ہے۔ امام علم میں
ہر روز ترقی کرنے والا۔ کامل بردبار۔ بار امامت کا متحمل۔ سیاست عالم امکان کا عالم واجب الاطاعة
امر الٰہی پر قائم۔ بندگان خدا کا خیر خواہ اور حافظ دین خداوند تبارک و تعالیٰ ہوتا ہے۔ اللہ
تعالیٰ انبیاء اور ائمہ کو توفیق خیر مرحمت فرماتا ہے۔ اور ان کو اپنے خاص خزانہ علم و حکمت سے اس
قدر عطا کرتا ہے کہ اتنا کسی اور مخلوق کو نہیں دیتا۔ پس ان میں سے ہر ایک کا علم اپنے تمام
اہل زمانہ کے علم سے زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ افمن یھدی الی الحق احق
ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدی فما لکم کیف تحکمون۔ وہ شخص اقتدا اور
پیروی کا مستحق ہے؟ جو راہ حق کی طرف ہدایت کرتا ہے یا وہ شخص کہ ہدایت نہیں پا سکتا
جب تک کہ اس کو ہدایت نہ کی جاوے یعنی خود ہدایت یافتہ نہیں ہے؟ پس تم کیا حکم کرتے ہو؟
اور خدا فرماتا ہے۔ من اوتی الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا۔ جس کو حکمت عطا کر دی گئی اس کو
خیر کثیر دیدی گئی پس صاحب علم حکمت مستحق خلافت الٰہیہ ہے نہ کہ جاہل۔ اور طالوت کی بابت کہا
گیا ہے۔ ان اللہ اصطفٰہ علیکم وزادہ بسطة فی العلم والجسم واللہ یوتی ملکہ من یشاء ج
واللہ واسع علیم۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تم پر برگزیدہ بنایا ہے اور اس کو وسعت علم
و شجاعت عطا کی ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنا ملک عطا کرتا ہے۔ پس عالم و شجاع مستحق
خلافت الٰہیہ ہے۔ نہ جاہل و نامرد۔ اور خدا نے اپنے حبیبؐ کے باب میں فرمایا ہے وکان فضل اللہ
علیک عظیما۔ تجھ پر خدا کا بہت بڑا فضل ہے۔ نبی و خلیفہ خدا خاص تفضل الٰہی سے مخصوص
ہوتا ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں اور اس فضل خدا کا حاصل کرنا کسی کے اختیار میں نہیں اور
نہ اجماعی انتخاب سے یہ فضیلت میسر آ سکتی ہے۔ نیز خدا ائمہ عترت رسولؐ کے باب میں فرماتا ہے
ام یحسدون الناس علی ما اتاھم اللہ من فضلہ فقد آتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمة و
آتیناھم ملکا عظیما فمنھم من آمن بہ ومنھم من صد عنہ وکفی بجھنم سعیرا۔ کیا لوگ

ان سے اس بات پر حسد کرتے ہیں کہ خدا نے اپنے فضل و کرم سے ان کو یہ مرتبہ عالیہ عطا کیا ہے تحقیق ہم نے ذریت ابراہیم کو کتاب و حکمت عطا کی ہے (جو معیار نبوت و خلافت ہے) اور ہم نے اُن کو سلطنت عظیم مرحمت فرمائی ہے پس بعض لوگ تو اس بات پر ایمان لے آئے ہیں اور بعضوں نے اس سے اعراض کیا اور اُنکے لئے آتش جہنم کافی ہے) لا اور بتحقیق جب خدا اپنے کسی بندے کو تدبیر امور عباد کے لئے اختیار و پسند فرماتا ہے۔ تو اس کے لئے اُس کا سینہ کھول دیتا ہے اور اُسکے قلب میں چشمہائے حکمت و دیعت کر دیتا ہے اور اسکو اس طرح علم الہام کرتا ہے کہ اسکے بعد وہ کسی سوال کے جواب میں عاجز نہیں رہتا اور اس میں راہ راست سے کجی نہیں کرتا ہر ایک سوال کا جواب باصواب دیتا ہے۔ اور معصوم مویّد موفق و مسدّد۔ اور خطا و لغزش و تعثیرات سے مامون و محفوظ ہوتا ہے ان صفات سے خدا اسی کو مخصوص فرماتا ہے کہ جو لوگوں پر حجت خدا ہو۔ اور اُن کے اعمال پر حاضر و ناظر۔ ذالکَ فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء و اللّٰہ ذو الفضل العظیم (اور یہ خدا کا خاص فضل ہے جس کو خدا چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور وہ بڑا صاحب فضل ہے۔ پس کیا لوگ ایسے امام پر قدرت رکھتے ہیں کہ اُس کو اختیار و انتخاب کر لیں اور کیا لوگوں کا بنایا ہوا امام ان صفات سے متصف ہو سکتا ہے کہ وہ اسکو اپنا پیشوا و مقتدا بنا لیں قسم ہے خانۂ محترم خداوند عالم کی کہ یہ لوگ راہ حق سے بہت دور ہو گئے ہیں اور انہوں نے کتاب خدا کو پس پشت پھینک دیا ہے گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں۔ حالانکہ کتاب اللہ میں ہدایت اور اُن کی شفاء کے نسخے موجود ہیں مگر انہوں نے اُن کو دور ڈال دیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ خدا ان کی مذمت کرتا ہے ان سے ناراض اور ان پر غضبناک ہے اور اُن کو لعنت کرتا ہے اور فرماتا ہے اُن سے زیادہ کون گمراہ ہیں جنہوں نے اپنی خواہشات پر عمل کیا اور ہدایت خدا کو نہ مانا۔ بتحقیق کہ خدا گنہگاروں کو راہ حق پر نہیں پہنچاتا۔ اور فرمایا کہ خدا اُن پر لعنت بھیجتا ہے اور اُنکے اعمال کو خدا نے ضائع کر دیا ہے۔ قال عز و جل کبر مقتا عند اللہ و عند الذین آمنوا کذالک یطبع اللّٰہ علی کل قلب متکبر جبار) کما الدین معانی الاخبار احتجاج طبرسی عیون اخبار الرضا کافی۔ والالفاظ للکافی:۔

اس کلام بلاغت و معرفت التیام امام علیہ السلام میں اُس کی پوری پوری تفصیل مع دلیل موجود ہے جو ہم نے مختصراً تعریف و توضیف امام میں لکھا ہے۔ فتدبر فیہ

انبیاء و ائمہ کی بابت علامہ مجلسی رحمہ کا اعتقاد

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ اعتقادیہ

میں فرماتے ہیں سے برادران ایمان تم کو جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ اور اُس کی آل کو خلعت
کرامت و شرافت سے مزین فرمایا ہے اور اُن کو اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے اور انہی کو معادنِ
علم و حکمت و رحمت قرار دیا ہے پس وہ ہی مقصود عالم ایجاد ہیں اور وہ ہی مخصوص و مختص ہیں شفاعت
کبریٰ اور مقام محمود سے اور وہ ہی دنیا و آخرت میں واسطہ فیوض الٰہی ہیں کیونکہ وہ ہی تمام فیوضات الٰہیہ
اور رحمات قدسیہ کی قابلیت و استعداد رکھتے ہیں انہی کے واسطے سے تمام موجودات پر ہر ایک رحمت
کا فیضان ہوتا ہے۔ اور یہی حکمت ہے اُن پر درود بھیجنے اور ہر ایک حاجت میں اُن سے توسل کرنے
میں کیونکہ جب اُن پر صلوات بھیجی جاتی ہے تو رد نہیں ہوتی اسلئے کہ دینے والا فیاض مطلق و غنی محض ہے
اور محل رحمت الٰہیہ قابل و مستعد۔ اور اُن کی برکت کا فیض درود بھیجنے والے بلکہ تمام مخلوقات کو پہنچتا
ہے یعنی رحمت الٰہیہ کے لئے محل قابل کی ضرورت ہے اور وہ محل قابل یہی وجود ہیں۔ مثال اسکی یہ
ہے کہ مثلاً ایک جاہل جنگلی کسی بادشاہ کے پاس آئے اور بادشاہ اُسکے لئے دسترخوان لگوائے اور
انواع و اقسام کے کھانے چنوائے۔ شہر کو چراغاں کرے اور جملہ امراء و دولت کو دعوت میں اُس کی تعظیم کیلئے
شریک کرے۔ تو لوگ بادشاہ کو احمق و بیوقوف کہینگے کیونکہ جو اکرام اس جاہل جنگلی کا بادشاہ نے کیا ہے
وہ اس کا مستحق نہیں اور اس میں اس اکرام و انعام کی قابلیت نہیں بخلاف اسکے اگر بادشاہ اپنے کسی مقرب
بارگاہ عالم کامل و دانائے روزگار وزیر و امیر کی اس طرح تعظیم و تکریم کرے اور اسکے واسطے یہ سامان مہیا کرے
اور اُسکے طفیل او جہال عبید اُس دسترخوان پر شریک ہوجائیں تو سب لوگ بادشاہ کی تعریف کرینگے
اور کوئی عقلمند اس پر اعتراض نہ کریگا اور ان بدؤں کا اس دسترخوان پر شریک ہونا مستحسن سمجھا جائیگا
بلکہ اُن کو منع کرنا قبیح مقصود ہوگا۔ پس اسی طرح اولاً و بالذات فیوضات الٰہیہ و رحمات قدسیہ و انعام
و اکرام و احسان کے مستحق و مستوجب وہ ہی سابقین مقربین بارگاہ الٰہی ہیں نہ کہ عام انسان جو حشرات الارض
و سبتات میں شمار ہوتے ہیں اُن کو رحمت خدا انہی نفوس قدسیہ کے طفیل سے پہنچتی ہے۔ نیز یہ کہ
ہم ممکن و حادث و ناقص و جاہل ہیں اور خدا وند عالم واجب الوجود بالذات۔ قدیم بالذات علیم بالذات حکیم
بالذات و قدیر بالذات ہے اسلئے ہم کو اُسکے بارگاہ قدس و حریم ملکوت اور اُس کی ساحت عز و جبروت
سے کوئی ارتباط نہیں کہ ہم اُس تک خود پہنچ سکیں اسلئے ضروری و لازمی ہے کہ ہمارے اور ہمارے
پروردگار کے مابین کچھ ایسے وجود ہوں جو دو جنبے رکھتے ہیں۔ کہ خدا سے بھی مرتبط ہوں اور ہم سے
متصل و متعلق۔ جنبۂ روحانی سے خدا سے لیں اور جنبۂ جسمانی کے ذریعہ سے ہم تک پہنچائیں یعنی خدا
اور اُس کی مخلوقات کے درمیان واسطۂ فیض الٰہی و رحمت الٰہیہ نامتناہی ہوں۔ پس اسواسطے اللہ تعالےٰ نے

اپنے رسول اور پیغمبروں کو صورت ظاہری میں تو جنس بشر بنایا ہے اور باطناً اپنے اطوار۔ اخلاق نفوس اور قابلیات میں عام جنس بشر سے بالکل جدا و مباین ہیں وہ مقدسین و روحانیین ہیں۔ اور زبان سے یہ کہنے والے ہیں کہ "ہم تم ہی جیسے بشر ہیں"، تاکہ بنی نوع انسان اُن سے متنفر نہ ہوں اور اُن کی بات سنیں۔ اور قبول کریں اور ان سے اس لئے مانوس و مالوف ہوں کہ وہ بظاہر اُن کی جنس سے ہیں اور انہی کی شکل و صورت میں۔ اور اس کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے کہ اگر فرشتے کو بھی ہم انسان پر رسول بنا کر بھیجتے تو اُس کو بھی صورت بشری میں بھیجتے اور پھر اُن کو یہی اشتباہ رہ جاتا جواب ہے اور یہی تفسیر ہے اُس حدیث کی جس میں مرقوم ہے کہ خدا نے عقل کو حکم دیا اقبال و ادبار کا کہ عقل سے مراد نفس نبی ہو اور اقبال سے مراد مراتب فضل و کمال و قرب و وصال کا طلب کرنا اور ادبار سے مراد اُس مقام اعلےٰ و مراتب قصویٰ سے عالم امکان اور تکمیل خلق کی طرف توجہ ہونا اور ممکن ہے کہ خدا کے قول۔ قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً ؏ کہ اللہ نے تمہاری طرف ذکر بھیجا ہے جو کہ رسول ہے؂ سے بھی یہی مراد ہو کہ اللہ نے اپنے رسول کو اُس مقام سے جو نہ کسی ملک مقرب کو حاصل ہے اور نہ نبی مرسل کو اس عالم کثیف ظلمانی میں بھیجا تاکہ نوع بشر سے معاشرت و مجالست کرے اور اُن کی تعلیم و تربیت و ہدایت کرے صرف علم و حکمت ہی نہیں بلکہ اسی طرح وہ تمام فیوضات الٰہیہ وجود وغیرہ میں یہی نفوس قدسیہ خدا اور مخلوقات کے درمیان واسطہ و وسیلہ فیضان ہیں پس ہر ایک فیض وجود اول اِن سے شروع ہوتا ہے بعد ازاں انکے ذریعہ سے تمام مخلوقات و موجودات پر منقسم ہوتا ہے۔ پس ہمارے درود بھیجنے اور یہ دعا کرنے میں کہ خدا ان پر اپنی رحمت خاصہ نازل فرما۔ رحمت کو معادن رحمت اور فیوضات الٰہیہ کو مقسمین فیض کی طرف بھیجنا ہے۔ تاکہ وہاں سے تمام مخلوقات و موجودات پر تقسیم ہو انتھیٰ موضع الحاجۃ۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی حبیبہ محمد وآلہ الطیبین الطاہرین ؏

نتیجہ بیانات سابقہ

ان بیانات سے مثل آفتاب نصف النہار روشن و آشکار ہو گیا ہے کہ انبیاء اور ائمہ اور ہم میں مشابہت صرف صورت ظاہری بشری ہی میں ہے کہ ہم جنس و ہم شکل دیکھکر نوع بشر ان سے مانوس و مالوف ہو۔ اور باطناً ہم ان سے بالکل جدا و مبائن ہیں۔ انبیاء کا مادہ اور ہے ہمارا مادہ اور۔ اُن کی طینت نورانی ہماری کثیف ظلمانی۔ اُن کی ولادت طریق خاص سے ہوئی ہے نہ مثل عوام الناس اُن کی خلقت عالم امری سے ہے نہ عالم خلقی سے۔ وہ ماں کے پیٹ سے عالم پیدا ہوتے ہیں اور ہم جاہل ؏ اخرجکم من بطون امھاتکم لا تعلمون شیئاً وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ ؏ خدا نے تم کو تمہاری ماؤں

کے پیٹوں سے نکالا درانحالیکہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور تمہارے لئے کان آنکھ اور دل دیئے
تاکہ علم سیکھو) پس ہم علوم کو ان آلات و اسباب ظاہریہ سے حاصل کرتے ہیں اور اُن کو اُس روح
قدس سے علم حاصل ہوتا ہے جو روح علمی نورانی ہے جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے اور اس آیت میں
اس کی تصریح موجود ہے۔ ذَالِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ العزيز الرحيم۔ الّذی احسن کل شئی
خلقه وبدأ خلق الانسان من طين ثم جعل نسله من سلالة من ماء مهين ثم سوّاه ونفخ
فيه من روحه وجعل لكم السمع والابصار والافئدة قليلاً ما تشكرون (سجدہ ع ۱)
ترجمہ۔ یہی وہ خدا ہے جو عالم غیب و شہود صاحب عزت و رحمت ہے کہ جس نے جو چیز پیدا
کی ہے بہت ہی عمدہ پیدا کی اور خلق انسان کی ابتداء طین سے کی۔ پس اُس کی نسل ایک
ذلیل قطرہ آب سے قرار دی۔ پھر اُس انسان اول و اول بشر کو درست و معتدل بنایا اور اس
میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے کان آنکھ دل دیئے۔ تم بہت ہی کم اُس کی نعمتوں کا شکریہ
بجالاتے ہو۔ صاف ظاہر ہے کہ انسان اول حضرت ابو البشر کی تعلیم کا ذریعہ روح قرار دی کہ روح
پھونکتے ہی عالم ہو گئے اور ہمارے لئے ذرائع علوم کان آنکھ دل دیئے کان سے سنتے اور آنکھ
سے دیکھتے ہیں اور ان محسوسات کو حس مشترک خیال کو۔ خیال واہمہ کو۔ واہمہ حافظہ کو دیتی ہے اور
حافظہ سے قوۃ عاقلہ لیتی ہے اور اس میں تصرف کرتی ہے۔ بخلاف اسکے انبیاء و ائمہ کو اول علم
قلب پر اترتا ہے اور ان کی روح عالم ہوتی ہے بعد ازاں اس علم کا خروج ہوتا ہے پھر وہ زبان
سے بیان فرماتے ہیں لہذا اُن کے اور ہمارے علم کا معاملہ بالکل معکوس ہے اور چونکہ
انکے معلومات و ادراکات و معلومات کو ان حواس حس مشترک و خیال و واہمہ و حافظہ کو طے
کرکے جانا نہیں ہوتا بلکہ اولاً ہی وہ قلب میں نازل ہوتے ہیں لہذا اونکے علوم سہو و نسیان سے
محفوظ ہیں کیونکہ محل سہو و نسیان قوۃ حافظہ ہے۔ کہ بعض اوقات بعض چیزوں کی نسبت اُس
سے غفلت و ذہول واقع ہو جاتا ہے اور قلب جب وہ چیز طلب کرتا ہے فوراً نہیں دے
سکتی یا قطعاً نہیں لا سکتی۔ چنانچہ روح قدس کی صفت میں بھی یہ آچکا ہے کہ وہ سہو و نسیان سے
بری ہے اسی وجہ سے حکیم فاضل و عارف کامل میر باقر داماد نے یہ فرمایا ہے کہ نبی یا امام
کے لئے سہو و نسیان کا قائل ہونا اول انکار نبوت ہے۔ غرض انبیاء کی روح تمام موجودات
ملائکہ وغیرہم سے افضل و اکمل ہوتی ہے اور یہ بشر مقدسین روحانیین ہیں۔ اکثر احادیث میں
آچکا ہے اور آیات میں بھی اشارہ موجود ہے خصوصاً ہمارے حضرت ص کی نسبت اور نیز اُنکے

اوصیاؤں کی بابت کہ جس طرح ان کی روح خاص عالم امر سے ہے ادوہ بھی عرش اعظم سے ہے اور احادیث
کثیرہ دوال ہیں جو محققین کے نزدیک مُسلّم و محقق ہے کہ عرش سے مراد علم خدا ہے پس نطفہ امام کا بطنان
عرش سے آنا دلالت کرتا ہے کہ انکی اصل خلقت علم پر ہے اور علم انکے نطفے اور سرشت میں داخل ہے
نہ صرف روح بلکہ اُن کا مادہ بھی نفس علم ہے پس ان کو کسی حال میں جہالت سے نسبت ہو نیا انکار امامت ہے
اور تمام انبیاء اللہ خلیفہ اللہ۔ ولی اللہ۔ کلمہ اللہ۔ امثال الٰہیہ یعنی مظاہر صفات کمالیہ الٰہیہ ہیں۔ اور
اکثر مرسلین ائمہ خلق و پیشوائے بندگان خدا لیکن انبیاء سابقین کی نبوت جزئی و محدود ہے
اور ہمارے نبی نبیؐ مطلق۔ خلیفہ مطلق۔ امام مطلق۔ ولی مطلق۔ کلمہ علیا مثل اعلےٰ۔ وجہ اللہ
ید اللہ۔ نور خدا اور اول مخلوق الٰہی جمیع مخلوقات و موجودات سے افضل و اکمل ہیں کوئی مخلوق
ان سے افضل و اکمل اشرف و اعلےٰ نہیں۔ اور انکے بعد ان کی عترت اہلبیتؑ نبوتؐ و رسالت
اس امامت مطلقہ وارث خلیل اللہ کے جو بعد نبوت و خلّت و رسالت ان کو عطا ہوئی ہے۔
وارث ہیں اور یہ ایک مرتبہ ثانی مرتبہ ختم نبوت ہے جو انہی بزرگواروں کو عطا ہوا ہے۔ اور یہ
خاص فضل الٰہی انہی کیواسطے ہے۔ اور یہ وہ مرتبہ ہے جسکے ادراک سے تمام عقلاء کے عقول قاصر و عاجز
ہیں اور اس کو سوائے خدا اور رسول خدا اور اسکے وارثوں کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور یا امام ان
صفات خاصہ مخصوصہ سے مخصوص و مختص ہوتا ہے جو کسی اور کو نہیں دی گئی ہیں جیسا کہ بیان ہوا
یہ جزو نور محمدی اول مخلوق الٰہی ہیں۔ ان کی روح مثل روح نبی تمام انبیاء سے افضل ہے۔ اور ان
کی طینت نورانیہ سب سے اشرف و اعلیٰ۔ یہ مثل انبیاء شکم مادر سے عالم پیدا ہوتے ہیں۔ یہ
کسی سے کچھ تحصیل و کسب نہیں کرتے سب کچھ من جانب اللہ جانتے ہیں۔ یہ ہی اولین و آخرین
سابقین و سبحین و شافعین کلمات اللہ۔ اسماء حسنیٰ۔ امثال علیاء خاصتہ اللہ۔ احباء اللہ
وجہ اللہ۔ ید اللہ۔ جنب اللہ۔ یمین اللہ۔ اُمناء اللہ۔ خزان وحی۔ عیبۂ اسرار الٰہی۔ منبع تنزیل
و تاویل و تعبیر و تفسیر۔ مہبط جبرئیل۔ محال قدس۔ ینابیع حکمت۔ مفاتیح رحمت۔ مصابیح حکمت
شرف امت۔ نوامیس عصر۔ اخیار دہر۔ حامی و کفیل و حافظ و ولی امور بندگان خدا۔ طریق نجات
و سبیل سلسبیل منہج قویم صراط مستقیم۔ معدن قدس و طہارت و نسک و عبادت و علم و زہادت
صاحبان عصمت و نبوت و خلافت و ولایت و امامت و باب رحمت و کلمہ التقویٰ۔
حجۃ العظمیٰ اور عروۃ الوثقیٰ ہیں۔ بلکہ آنحضرتؐ اور انکے اہلبیتؑ ہی واسطہ جمیع فیوضات
الٰہی اور وسیلہ رحمات قدسی ہیں۔ ہر ایک موجود کو ہر ایک فیض انہی کے واسطے وسیلے اور ذریعے سے

پہنچا ہے۔ یہ ولی مطلق ہیں اور جمیع اولیاء اللہ وعدہ برات امر الٰہی انکے تحت ولایت ہیں خزادہ رحمت الٰہی ہیں کہ ہر ایک رحمت و فیض اول ان پر نازل ہوتا ہے بعد ازاں ان سے دیگر موجودات و مخلوقات پر تقسیم ہوتا ہے (جیسا کہ علامہ نے تصریح کی ہے) یہ شریک ہیں علم نبوت ختم المرسلین میں لیکن وہ مرتبے میں اول ہیں یہ آخر وہ مقدم یہ مؤخر وہ اصل یہ فرع۔ جیسا کہ جناب امیر المومنین نے فرمایا کہ میرے وہ تمام فضائل ہیں جو آنحضرت کیلئے ہیں الا لا اسمہ مگر وہ نبی ہیں اور میرے لئے نبوت نہیں (دیکھئے نہج البلاغت و کافی) چنانچہ ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے ایک باب ہی اس میں لکھا ہے کہ جناب امیر اور رسول خدا علم میں شریک ہیں نہ صرف امیر المومنین بلکہ تمام ائمہ صفات امامت میں مساوی ہیں اور علم نبی میں شریک۔ حذیفہ یمانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب امام حسینؑ زمانہ رسول خدا میں بچوں کو گرد جمع کئے ہوئے فرما رہے تھے اور آپ بچہ ہی تھے۔ کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ ایک میدان میں تم میرے اعضاء کو پارہ پارہ کرتے ہو اور میرے خون سے ہاتھ رنگتے ہو اور میرے عزیز و اقربا کو قتل کرتے ہو۔ میں یہ سن کر حیران ہوا اور عرض کیا صاحبزادے کیا آپ کے نانا نے آپ کو یہ خبر دی ہے فرمایا نہیں میں خود جانتا ہوں۔ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ عرض کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ان علمہ علمی وعلمی علمہ نحن نعلم الکائن قبل الکینونۃ اس کو کچھ نہ کہو اس کا علم میرا علم ہے اور میرا علم اس کا علم۔ اور ہم ہونے والی بات کو ہونے سے پہلے ہی جانتے ہیں۔ محمد حنفیہ نے وقت خلافت جناب امام حسینؑ یہ کلمات فرماتے تھے جو قابل غور ہیں۔ الحسین اعلمنا علماً و اثقلنا حلماً و اقربنا من رسول اللہ رحماً کان فقیہاً قبل ان یخلق وقرء الوحی قبل ان ینطق یعنی حسین ہم سب سے زیادہ عالم اور ہم سب سے زیادہ حلیم ہیں اور رشتے میں رسول خدا سے سب سے زیادہ قریب۔ وہ اس وقت سے فقیہ ہیں جبکہ پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور اس وقت وحی کو پڑھتے تھے جبکہ بظاہر بولنے بھی نہ لگے تھے۔ غرض یہ تمام نفوس قدسیہ معصومین علیہم السلام نفس واحدہ ہیں۔ اور ولایت مطلقہ، خلافت مطلقہ اور امامت مطلقہ میں شریک لیکن لفظ خاتم النبیین نے نبوت کو ان سے مستثنےٰ کر دیا۔ اگر آنحضرتؐ کے بعد نبوت ہوتی تو یہ بھی نبی ہوتے۔ بہت اچھا کہا ہے شاعر نے خدا رحمت کرے۔

اگر جہاں میں نبی بعد مصطفےٰ ہوتے۔
امام بارہ کے بارہ سب انبیاء ہوتے۔

لہٰذا یہ بھی مثل رسول تمام مخلوقات سے افضل ہیں کوئی نبی مرسل یا ملک مقرب انکے مرتبہ

کو نہیں پہنچا۔ یہ مرتبہ امامت مطلقہ تالی مرتبہ ختم نبوت ہے یہ وہ نفوس پاک ہیں کہ علم لوح و قلم انکے ادنیٰ علوم سے ہے۔ لوح محفوظ انکے قلب ہیں۔ کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنَاہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْن "ہر ایک شے ہم نے وجودا امام مبین میں ودیعت کر دی ہے" یہ عالم میں روح عالم و نفس عالم و قلب عالم ہیں ان کو عالم سے وہ تعلق ہے جو قلب کو تمام جسم سے ہوتا ہے یہ حقایق و بواطن پر احاطہ و اطلاع رکھتے ہیں اور یہی معیار امامت ہے یہ صغر سنی میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں جیسا کہ **ابن حجر مکی** نے شرح بخاری میں صدقہ کے چھواروں والی حدیث کی شرح میں تسلیم کیا ہے۔

حدیث مشہور ہے۔ کہ ایک مرتبہ جناب رسول صلعم خدا کے پاس صدقہ کے چھوارے آئے حضرت امام حسن علیہ السلام پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ایک چھوارا اٹھا کر منہ کی طرف لیجانا چاہا آنحضرتؐ نے فرمایا "کخ کخ الم تعلم ان الصدقۃ علینا محرمۃ" (کیا تو نہیں جانتا کہ صدقہ ہم پر حرام ہے) یہاں آنحضرتؐ نے ضمیر جمع متکلم (علینا۔ ہم پر) سے ظاہر فرما دیا ہے کہ امام حسنؑ اور آنحضرتؐ ایک سلسلے میں منسلک ہیں جو چیز آنحضرتؐ پر حرام ہے وہ ہی ان پر حرام ہے اور جو چیز آنحضرتؐ کیلئے جائز ہے انکے لئے بھی جائز ہے اور تمام معصومین علیہم السلام نفس واحدہ کا حکم رکھتے ہیں علامہ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ کوئی شخص آنحضرتؐ پر یہ اعتراض نہ کرے کہ حضرت نے ایسے کم سن بچے سے اس قسم کا استفہام تقریری کیوں کیا یعنی بطور استفہام تقریری فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ صدقہ ہم اہلبیت عصمت و طہارت پر حرام ہے "فان الحسن لیس حالہ کحال غیرہ من الناس فانہ یطالع اللوح المحفوظ فی ذالک الوقت" (یعنی) کیونکہ حسن کا حال اور لوگوں کا سا نہیں ہے اسلئے کہ حسن اُس صغر سنی میں لوح محفوظ الٰہی کا مطالعہ کرتے تھے۔ محی الدین عربی۔ جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باب میں لکھتے ہیں "مادۃ العلوم الغیر المتناھیہ۔ حقیقۃ نقطۃ البائیۃ" یعنی آنحضرتؐ علوم غیر متناہیہ کا مادہ اور نقطہ تحت الباء کی حقیقت اصلیہ ہیں غرض جب معدن علوم و باب علوم یہی بزرگوار ہیں اور ہر ایک موجود کو علم وغیرہ انکے ذریعہ سے پہنچا ہے۔ تو پھر ان کی نسبت کیا رائے زنی کی جا سکتی ہے اور کیونکر اس مقام امامت کو جو تالی ختم نبوت ہے اپنے اپنے اوہام سے احاطہ کیا جا سکتا ہے اور کس طرح خیالات و قیاسات تصورات سے انکے مراتب کی تحدید کی جا سکتی ہے اور کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ یہ علوم کلیہ و جزئیہ میں سے کسی علم سے جاہل تھے یا کسی ادنیٰ سے علم کو بھی انہوں نے غیر سے کسب کیا ہے اور اس میں دوسرے کی امداد کے محتاج تھے ایسا کہنے والا قطعاً انکی معرفت سے عاری اور بے بہرہ ہے کیا کوئی

متدین کہ سکتا ہے کہ انہوں نے مادۂ ظلمانیہ سے ترقی کی تھی اور عالم انوار میں داخل ہو گئے تھے جبکہ یہ مشکوۃ عالم انوار وکوکب دُرّی عالم مواد ہیں اور علم انکے نطفے میں داخل نطفہ اصل علم واز مقام علم الٰہی ہے بیشک ایسا کہنے والا مقام عارفین سے کوسوں دور ہے اُس نے اپنے ذہن میں امام کی خیالی تصویر بنائی ہوئی ہے اور اس خیالی پتلے کی اپنے توہمات وتخیلات سے توضیح تحدید کرتا ہے۔ نہ کہ امام حق وولی مطلق کی جو کہ نہ صرف تمام انسانوں کا امام بلکہ پیشوائے خلق اور افضل مکوّنات ہے اسی واسطے جناب صادق الائمہ علیہ السلام فرماتے ہیں "لَا تَتَكَلَّمُوا فِي الْإِمَامِ فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْمَعُ الْكَلَامَ وَهُوَ جَنِينٌ فِي بَطْنِ أُمِّهِ فَإِذَا وَضَعَتْهُ كَتَبَ الْمَلَكُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ فَإِذَا قَامَ بِالْأَمْرِ رَفَعَ اللّٰهُ لَهُ فِي كُلِّ بَلَدٍ مَنَارًا مِنْ نُورٍ يَنْظُرُ بِهِ إِلَى أَعْمَالِ الْخَلَائِقِ" یعنی امام کے باب میں کلام نہ کرو اسلئے کہ امام شکم مادر میں کلام سنتا ہے اور شکم مادر سے باہر آتا ہے تو فرشتہ اُس کی پیشانی پر لکھتا ہے۔ تیرے پروردگار کا حکم از روئے صدق وعدل کامل و تمام ہو گیا اور اُسکے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور وہ سب باتوں کو سننے والا اور جملہ امور کا جاننے والا ہے ایضاً جناب صادق علیہ السلام اس کلمہ مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ (تمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا) خاص ائمہ ہی کیواسطے ہے اے یونس (نام راوی) امام کو اللہ خاص اپنے ہی دست قدرت سے بناتا ہے کسی اور کا وہاں واسطہ و تعلق نہیں اور علامت اس کی یہ ہے کہ خدا اُس کو شکم مادر میں دیکھنے اور سننے کی قوت دیدیتا ہے پس وہ شکم مادر میں دیکھتا اور سنتا ہے اور پیدا ہوتا ہے تو اس پر تمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لکھا جاتا ہے (بصائر الدرجات) علامہ مجلسی اس حدیث کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ امام کے نصب کرنے اور اُس کی تعیین و توصیف میں اپنی آراء ناقصہ سے کام نہ لو کیونکہ یہ معاملہ عجیب وغریب ہے تمہاری عقلیں اُس تک نہیں پہنچ سکتیں۔ کونسا شخص اپنی رائے ناقص سے امام کی تعریف و توصیف کر سکتا ہے جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے اس سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے اور جہاں اُن کی بابت کوئی امر سمجھ میں نہ آئے سکوت لازم وواجب اور یہی علامت ایمان ہے۔

معنی غلو

امام علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "لا تتجاوزوا بنا العبودیۃ ثم قولوا ما شئتم ولن تبلغوا وایاکم والغلو کغلو النصاریٰ فانی بریٔ من الغالین (احتجاج)

یعنی جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ہم کو عبودیت سے نہ بڑھاؤ پھر تمہارا

جو دل چاہے کہو۔ اور باوجود اسکے تم ہرگز ہماری واقعی معرفت و توصیف کو نہیں پہنچ سکتے۔ یعنی مطلب حضرتؑ کا یہ ہے ہم خدا نہیں معبود نہیں۔ ہم خدا کے بندے ہیں ہم کو معبود نہ جانو خدا نہ کہو۔ پھر بندۂ خدا کے لئے جو کچھ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہو تم ہمارے مقام کو نہ پہنچ سکو گے (کون اوراک کر سکتا ہے کہ خلاق عالم و فیاض مطلق نے اپنے ان بندگان خاص کو کیا مراتب عالیہ عطا کئے ہیں) اور تم نصاریٰ کی طرح ہمارے باب میں غلو کر نیسے بچو کیونکہ میں غالیوں سے بری ہوں۔ یعنی نصاریٰ کی طرح ہم کو خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا کا اوتار نہ کہو جیسا کہ خداوند عالم اہل کتاب سے فرماتا ہے "یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق الخ" اے اہل کتاب تم اپنے دین میں غیر حق غلو نہ کرو۔ حق بات کہو اور غیر خدا کو خدا نہ بناؤ۔ علامہ مجلسی رہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں "ولن تبلغوا" سے یہ مطلب ہے کہ جب تم ہماری عبودیت ثابت کرو اور ہماری عبودیت کے قائل رہو کہ ہم بندۂ خدا ہیں پھر ہماری توصیف میں جو کچھ بھی کہو گے ہمارے حق توصیف سے قاصر ہی رہو گے۔ اور اس توصیف تک نہ پہنچ سکو گے جسکے ہم مستحق ہیں" یا تعی خالق سے نیچے اور مخلوق سے اوپر ہیں اور اسی کے جز میں جس کی شان ہے "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" ہے۔ اس مضمون کی اور بھی حدیث ہے جسکا مضمون قریب قریب یہی ہے۔ یعنی نزلونا عن الربوبیۃ وقولوا فینا ما شئتم" ہم کو صفات ربوبیت اور خدائی کے مرتبے سے تو نیچے رکھو خدا اور پروردگار عالمین نہ کہو۔ پھر ہماری توصیف جو تمہارا دل چاہے کہو پس معلوم ہوا کہ ہم خواہ کیسی ہی تعریف و توصیف کریں مگر خدائی کے مرتبے سے ان کو نیچے رکھیں۔ اُن کی واقعی توصیف کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور اس صورت میں ہرگز غلو نہیں ہو سکتا۔

ناظرین اس مقام کو خوب سمجھ لیں اور یاد رکھیں اور مفسرین کے فریب میں نہ آئیں اور یا امام کی معمولی سی تعریف کو بھی غلو کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اس طرح سے الحمد للہ کے اصول کے موافق مقابل پر غلبہ حاصل کرتے ہیں۔ امام کو اپنے نفوس پر [illegible] اس سے [illegible] نکرنا چاہیئے۔ ایں زمین را آسمان دیگر است۔ حضرت امیرؑ فرماتے ہیں۔ میری وجہ سے دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے اور میرا کوئی قصور نہیں محب مفرط و مبغض مفرط دوست حد سے بڑھانے والا اور دشمن حد سے گھٹانے والا اور ہم اُن سے بیزار و بری ہیں جو ہمارے باب میں غلو کرتے ہیں اور ہم کو ہماری حد سے بڑھاتے ہیں جس طرح حضرت عیسیٰؑ غالیین نصاریٰ سے بیزار تھے۔ ومن ادعی الانبیاء ربوبیۃ او ادعی للائمۃ ربوبیۃ او نبوۃ او لغیر الائمۃ امامۃ فنحن براء منہ فی الدنیا والاخرۃ "یعنی جو انبیاء کے لئے ربوبیت یا ائمہ کے لئے ربوبیت یا نبوت یا غیر ائمہ مثل علماء کیلئے امامت کا دعوے کرے اور ان کو اس سے متصف قرار دے (وہ غالی ہے)

ہم اس سے بیزار ہیں۔ یہی غلو کی حد ہے۔ اور ایسا شخص غالی۔ خارج از دین ہے۔ نہ کہ صحیح و حقیقی فضائل کا انہی کی زبان سے بیان کرنے والا۔

تقریر مدعا

پس بعد ان تقاریر کے ہمارا دعویٰ جس پر آئندہ ہماری بحث مبنی ہوگی یہ ہوگا ہر ایک نبی اُن تمام علوم ضروریہ کو جانتا ہے جو اُس کی امت کو من حیث الانفراد والاجتماع ضروری ہوں اور جن کے ذریعہ سے وہ ان کی تعلیم و تربیت و ہدایت کر سکے جو مصلحت وقت و زمان و مکان کے لحاظ سے خدا ضروری سمجھے۔ اور ہر نبی اپنی تمام امت سے جملہ علوم و فنون میں افضل ہوتا ہے۔ ہر نبی ماں کے پیٹ سے نبی اور عالم پیدا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ چونکہ تمام مخلوقات پر مبعوث ہیں اور نبی مطلق ہیں اسلئے ان کے علوم تمام مخلوقات سے زیادہ ہیں۔ جو کچھ ان کو دیا گیا ہے وہ کسی کو نہیں دیا گیا۔ بلکہ معدن فیض وہ ہی ہیں انہی کے ذریعے سے ہر ایک کو ملا ہے جو کچھ کہ ملا ہے۔ اور جبکہ ان کا مطلق عالم ہونا شکم مادر سے ثابت ہے تو ہم کو یہ ضرورت نہیں کہ کسی خاص علم کی بابت ثبوت دیں بلکہ مقابل کا یہ فرض ہے کہ وہ اگر کسی خاص علم کی نفی کرتا ہے اُس کا ثبوت دے اور نص لائے یا مطلق جہالت ثابت کرے اور بعد ازاں بعض علوم کا وجود آنحضرتؐ کے بعد اُنکے جزو نور ائمہ معصومینؑ میں اور بعد آنحضرتؐ وہ بھی جملہ مخلوقات سے افضل و اشرف اور اُنکے علوم بھی سب سے زیادہ ہیں وہ ولی مطلق و امام مطلق ہیں۔ رسول خدا اصل ہیں اور یہ فرع اول آنحضرتؐ پر فیضان ہوتا ہے اور آنحضرت سے انؑ پر اور ان سے مخلوقات پر۔ یہ کسی چیز میں اپنے ماتحت مخلوقات سے کم نہیں ہوتے۔ اور سوائے خدا کسی سے کچھ تحصیل یا اکتساب نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ معمولی علوم مثل علم قرات و کتابت جو کہ فطریات و ضروریات اولیہ سے ہیں۔ لیکن ہم یہ تحدید نہیں کر سکتے کہ خدا نے اُن کو کیا کیا دیا ہے کتنے علوم دیئے ہیں اور کس طرح دیئے ہیں اس کا حال خدا اور اُسکے رسول اور اُسکے ان اوصیائی کو معلوم ہے۔ ہم اجمالاً یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ تمام علوم و فنون۔ فضائل و مناقب میں سب سے افضل و اکمل ہیں۔ اور ماں کے پیٹ سے عالم بالکل علیم پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ شمس الفضلاء و نجم العلماء مولانا سید نجم الحسن صاحب دام ظلالہ نے بھی اپنے ایک صحیفہ میں یہی تحریر فرمایا ہے کہ خدا نے اپنے پیغمبر کو اس قدر علوم دیئے ہیں جس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ علم قرات و کتابت تو معمولی علوم ہیں اور جناب امیر علیہ السلام کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے کسی سے کچھ تعلیم پائی تھی (اصل عبارت صحیفہ مولانا آگے کسی مقام پر درج ہے) اب جو صاحب نبی یا امام سے کسی خاص علم کی نفی فرمائیں یا جہالت وقتی یا غیر وقتی ثابت کرنا چاہیں انکو چاہیئے ثبوت میں نص صریح آیت یا حدیث نبوی پیش کریں۔ قیاسات و تخیلات سے دلائل و براہین

عقلیہ نقلیہ نصوص صریحہ رد نہیں ہوسکتیں اور دین کی بنا قیاسات پر نہیں ہے۔ اگر مگر۔ اگرچہ چنانچہ۔ مگرچہ۔ سے کام نہیں چلے گا۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ان اصحاب القیاس طلبو العلم بالقیاس۔ فلم یزدھم من الحق الا بعداً وان دین اللہ لا یصاب بالقیاس۔ یعنی اصحاب قیاس نے علم کو قیاس سے طلب کیا پس اُن کو حق سے دوری ہی ہوتی گئی اور دین خدا قیاس سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اُن دلائل بیّنہ کے مقابلے میں جو قرآن وحدیث سے لکھی جا چکی ہیں اور آئندہ لکھی جائینگی جو کچھ لکھا جائے مبرہن و مستدل ہو۔ جو کچھ لکھا جائے اسلئے لکھا جائے کہ اس کا لکھنا عین دین ہے۔ نہ کہ صرف اپنی کہے کی لاج رکھنے کے لیئے دفع الوقتی کیجائے۔ لکھتے وقت ضرور اس کا خیال رکھا جائے۔ کہ ہر ایک لفظ و حرف پر خدا باز پرس کریگا۔ الم یوخذ علیھم میثاق الکتاب ان لا یقولوا علی اللہ الا الحق۔ جو بات کہی جائے حق ہو۔ ولا تقف مالیس لک بہٖ علم۔ جبکی بابت علم الیقین نہ ہو اُس کی ہرگز پیروی نہ کیجائے۔ دل میں اور اعتقاد رکھنا اور زبان سے کچھ اور ظاہر کرنا منافقیت ہے اور ایسے شخص کا مقام اسفل السافلین ہے۔ اور ایسا کرنا یقیناً لوگوں کو گمراہ کرنا ہے اور اضلال میں داخل۔ اگر ایک شخص کوئی غلط یا مشتبہ عقیدہ رکھتا ہو تو اس کا مظلمہ صرف اُسی کی گردن پر ہے ممکن ہے کہ خدا بخش دے لیکن ایک غلط عقیدہ لوگوں میں شائع کرنا اور اُنکے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا اور خلاف حق اُن کو تعلیم دینا گناہ عظیم ہے۔ جس کی توبہ بھی مشکل ہی سے قبول ہوگی بلکہ یقیناً نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ جو عقیدے اس نے خراب کئے ہیں اُن کا کیا علاج ہوسکتا ہے (اللھم احفظنا من شرور انفسنا) مثلاً جبکہ علوم اولین و آخرین جناب امیرکو من جانب اللہ حاصل تھے تو ان کو خاص علم قرأت و کتابت ہی کیوں نہیں دیا گیا تھا جس کی تحصیل و اکتساب کی دوسرے سے ضرورت پڑی اور کونسی اصل دین ہم کو اس عقیدے پر مجبور کرتی ہے کہ سب کچھ تو جناب امیر کو من جانب اللہ حاصل ہو لیکن علم قرأت و کتابت بنا بر قول مظہر دوسرے حاصل کیا۔ اس کا ثبوت ہونا چاہیئے۔ اور نص صریح کی ضرورت ہے وقس علی ذالک۔

دفع شبہات

بیان علوم آئمہ کے مقام پر ایک شبہ ہوسکتا ہے وہ یہ کہ جب اکثر احادیث و روایات و آیات سے ثابت ہے کہ ماں کے پیٹ سے علیم پیدا ہوتے ہیں اور علم اولین و آخرین اونکو حاصل ہوتے ہیں۔ ماکان ومایکون کے عالم ہیں۔ قبل نزول قرآن عالم کتاب الٰہی جو تبیاناً لکل شیٍٔ ہے۔ تو بعض احادیث میں جو یہ آیا ہے کہ ان کا علم روز بروز بڑھتا ہے ہر شب جمعہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ شب قدر میں زیادہ ہوتا ہے اور پھر جب چاہتے ہیں انکو

تعلیم دیجاتی ہے۔ (اذا شاؤا اَعلموا عُلّموا) (جب وہ چاہتے ہیں کہ وہ جانیں اور علم حاصل ہو تو ان کو علم دے دیا جاتا ہے) اس کا یہ مطلب ہے بظاہر ان احادیث میں تناقض معلوم ہوتا ہے۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی بعض تصانیف میں اس مقام پر اشکال کیا ہے اور جواب دیئے ہیں۔ اشکال کی تقریر یہ ہے۔ کہ جب کہ اخبار کثیرہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت رسول خدا تمام گزشتہ و آئندہ کا علم رکھتے تھے اور جمیع شرایع انبیاء کے عالم تھے اور سب کچھ حضرت نے جناب امیر علیہ السلام کو دیدیا تھا اور انہوں نے امام حسن علیہ السلام کو اور اسی طرح سے یکے بعد دیگرے پس کونسی چیز باقی رہگئی جو شب و روز پیدا ہوتی ہے اور اُن کو سکھائی جاتی ہے۔ اُسکے چند جواب لکھے ہیں:۔

اوّل یہ کہ ان کے پاس اولاً جو علوم ہیں مجمل ہیں اُن کی تفصیلات وقتاً فوقتاً من جانب اللہ آتی ہیں اگرچہ خود بھی وہ بذریعہ اصول علمیہ اونکی تفاصیل نکال سکتے ہیں لیکن بلاحکم خدا کچھ نہیں کرتے اور ہر ایک امر میں خاص حکم خدا کے منتظر رہتے ہیں اور اُس وقت تک صبر کرتے ہیں۔ (جیسا کہ بامرنا لما صبروا) دوم یہ کہ یہ باب بداء سے متعلق ہیں یعنی بعض امور میں بداء واقع ہو جاتا ہے۔ (یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب) جو کچھ چاہتا ہے اللہ محو کر دیتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے ثابت کر دیتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے اور نہیں ثابت کرتا مگر محو کو اور نہیں مٹاتا مگر ثابت شدہ کو پس جس چیز میں جس وقت میں بداء واقع ہوتا ہے اور تغیر پیدا ہوتا ہے اولیاء امور علیہم السلام کو اُس کی خبر دیدی جاتی ہے اور تغیرات و بداء یوماً فیوماً ساعۃً وفساعۃً پیدا ہوتے رہتے ہیں اور اس واسطے شب و روز ان کا علم بڑھتا ہے:۔

سوم۔ یہ وجہ ہو سکتی ہے اور یہ میرے نزدیک قوی تر ہے۔ کہ یہ معصومین علیہم السلام نشاء اولی اور نشاء ثانیہ میں معارف ربانیہ غیر متناھیہ میں مدارج کمال پر ترقی کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ عرفان الٰہی اور تقرب حضرت احدیت کی کوئی حد و انتہا نہیں خواہ انسان کتنا ہی ترقی کر جائے اور کیسا ہی مراتب علمیہ پر فائز ہو جائے پھر بھی تمام مراتب معرفت کو طے نہیں کر سکتا اور عجیب الغریب الٰہی کے انتہا کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور یہ بات بہت سی احادیث سے ثابت ہوتی ہے اور بظاہر یہ ہے کہ یہ بزرگوار ابتداء میں جو علوم پاتے ہیں انہی پر نہیں ٹھیرے رہتے اور اسی مرتبہ پر باقی نہیں رہتے بلکہ بہ سبب مزید تقرب و طاعات معارف الٰہیہ میں مزید علم و حکمت و ترقیات حاصل ہوتی

رہتی ہیں اور کیونکر ان کو یہ بات حاصل نہ ہو جبکہ جمیع مخلوقات کو ترقی ممکن ہے اور اُنکے درجات معرفت حسب استعداد ترقی کرتے رہتے ہیں اور شاید منجملہ وجوہات دیگر ایک یہ بھی وجہ اُنکے استغفار کی ہے یعنی باوجود معصومین ہونیکے وہ استغفار کیوں کرتے ہیں جیسا کہ کتب ادعیہ مثل صحیفہ سجادیہ وغیرھا سے ظاہر ہے۔ یعنی جس وقت کہ اُن کو اور مرتبہ علم و معرفت حاصل ہوتا ہے تو اپنے نیچے کے مقام کو دیکھتے ہیں کہ وہ بہ نسبت اسکے کم درجے کا تھا اور اسلئے استغفار کرتے ہیں کہ خدا ان کمیوں کو پورا کر دے۔

احقر کی رائے ناقص میں ان وجوہات میں سے کوئی ایک وجہ اختیار کرنا مناسب نہیں۔ بلکہ اگر احادیث معدن علوم میں تدبّر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وجوہ مذکورہ بالا سب صحیح ہیں بایمعنی کہ بعض اوقات تو بعض احتمالات کی تفاصیل ان کو تعلیم ہوتی ہیں ملاحظہ ہو اصول کافی و بصائر۔ بیان شب قدر و نزول ملائکہ۔ استفسار سائل و جواب امامؑ۔ چنانچہ اس فقرے سے ظاہر ہے اِنَّهٗ یُنزل فی لیلة القدر الی ولی الامر تفسیر الامور سنة سنة یؤمر فیها فی امر نفسه بکذا و کذا و فی امر الناس الخ یعنی شب قدر میں ولی زمانؑ کے پاس تمام امور کی تفاصیل و تفاسیر سال بسال نازل ہوتی ہیں جن میں سے بعض نفس امام کی تکالیف سے متعلق ہوتی ہیں کہ اس کو فی نفسہ کیا کیا کرنا ہے اور بعض امور ناس سے متعلق ہوتی ہیں۔ اور بعض اوقات تغیرات بداء تعلیم ہوتے ہیں جیسا کہ **بصائر الدرجات** میں صادق آل محمد علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کے دو علم ہیں ایک تو وہ علم ہے جس پر اس نے اپنے ملائکہ و انبیاء و مرسلین کو مطلع کیا ہے اور جو کچھ ان سب کو دیا گیا ہم اس کو جانتے ہیں (یہ سب شکم مادر ہی میں جانتے ہیں) اور ایک وہ علم ہے جو اس کی ذات سے مخصوص ہے اور وہ اس نے اپنے ہی لئے رکھا ہے۔ پس جب کسی شے میں بداء واقع ہوتا ہے تو خدا ہم کو بتلا دیتا ہے اور یہ اول ہم سے پہلے ائمہ پر پیش کیا جاتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جب کوئی بداء واقع ہوتا ہے تو اول آنحضرت کو مطلع کیا جاتا ہے اور پھر درجہ بدرجہ صاحب زمانؑ تک پہنچتا ہے اور اسی طرح سے معارف خاصہ ربانیہ و اسرار رحمانیہ متعلق بغیب مخفی وقتاً فوقتاً یوماً فیوماً بڑھتے رہتے ہیں (کل یوم هو فی شان ہے) جیسا کہ اس حدیث آخر الذکر سے بھی ظاہر ہوتا ہے جس میں علم خاص کے خروج کا ذکر ہے اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مطلق غیب کے دو درجے ہیں ایک وہ جو غیر ذات واجب الوجود سے متعلق ہے۔ دوسرا غیب مطلق یا غیب ہویت جس کا تعلق خاص ذات خداوند عالم سے ہے اور وہ مقام ہُو ہے۔ درجہ اول جس کو عالم دہر بھی کہا جاتا ہے اُسکے تین درجے ہیں ایک عالم ارواح دوسرا

عالم نفوس۔ تیسرا عالم سوا اس عالم غیب پر بعض انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کو اطلاع ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ خدا کسی کو غیب پر مطلع نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں میں سے بعض کو اسکے لئے چن لیتا ہے اور اُن کو مطلع کرتا ہے اس عالم کے متعلق علم ائمہ علیہم السلام کو ابتداءً عطا ہوتا ہے جیسا کہ علامہ نے تقریر اشکال میں ذکر کیا ہے کہ وہ علم مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ رکھتے ہیں لیکن غیب ہوتی وابسر خاص الیہ پس اس پر بہت ہی خاص الخاص رسولوں کو بعض اوقات مطلع کرتا ہے اور نہ تمام و کمال پر بلکہ بعض مقامات پر چنانچہ فرماتا ہے۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (یعنی خداوند عالم تمام عالم غیب و عالم شہود کا جاننے والا ہے کوئی شئے اس سے پوشیدہ نہیں اور اپنے غیب خاص و غیب ہوتی پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر اپنے رسول مرتضیٰ کو (غیبہ) سے صاف ظاہر ہے کہ اس غیب سے مراد غیب ہوتی ہے جو مقام ھو ہے وَلَا يَعْلَمُهٗ اِلَّا هُوَ ۔ البتہ کبھی کبھی اپنے رسولؐ کو کچھ تبلا دیتا ہے اسی غیب کا علم ائمہ علیہم السلام کو وقتاً فوقتاً پہنچتا ہے اور ہر ایک علم جو امام وقت کو پہنچتا ہے وہ آنحضرتؐ پر پیش ہوتا ہے کہ وہی اصل ہیں بعد ازاں یکے بعد دیگرے ہر ایک امام پر پیش ہو کر امام وقت تک جیسا کہ بعض احادیث صاف تصریح کرتی ہیں ملاحظہ اصول کافی و کتاب الاختصاص اور اسی علم غیب کے ہی متعلق یہ مسئلہ ہے کہ جب امام چاہتا ہے کہ وہ جانے تو اسکو تعلیم دیدی جاتی ہے (اِذَا شَاءُوْا اَنْ يَّعْلَمُوْا عُلِّمُوْا) اگر احادیث کا تتبع کیا جائے تو ہمارے اس بیان کی پوری پوری تصدیق ہوگی اس مضمون کو بعض احادیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ سدیر جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ اللہ کے دو علم ہیں ایک علم عام اور ایک علم خاص پس علم خاص وہ ہے جس پر کسی نبی مرسل یا ملک مقرب کو مطلع نہیں کیا۔ اور علم عام وہ ہے جس پر انبیاء و ملائکہ کو مطلع کیا ہے۔ اور اُن کو دیدیا گیا ہے اور وہ کل کا کل ہم کو پہنچ جاتا ہے۔ اور ہم تک منتہی ہوتا ہے (بصائر الدرجات) پس علم خاص میں سے وقت ضرورت مطالب خدا اُن کو مطلع کرتا رہتا ہے اور یہی وہ علم ہے جو شب بشب روز بروز و ساعت بساعت بڑھتا ہے۔

ایضاً (بصائر الدرجات) حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ خدا کے دو علم ہیں ایک وہ علم ہے جس کو اُس نے انبیاء و ملائکہ کو تعلیم دیدیا ہے اور ایک وہ علم جس کو کسی کو عطا نہیں کیا ہے۔ وہ خزانہ الٰہی سے نکلا ہی نہیں ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ پس جو کچھ ملائکہ و انبیاء کو تعلیم دیدیا گیا ہے اُس کو تمامہ ہم جانتے ہیں اور اُس علم خاص میں سے

جو کسی کو نہیں دیا گیا ہے جب کچھ نکلتا ہے تو ہماری ہی طرف نکلتا ہے اس قسم کی احادیث بہت ہیں چند کو صاحب کافی نے بھی نقل کیا ہے۔ اور اس حدیث میں جو ہم نے شب قدر کے متعلق نقل کی ہے بعد بیان سابق یہ ہے۔ وانہ لیحدث لولی الامر سوی ذالک کل یوم علم اللہ عزّ ذکرہ الخاص والمکنون العجیب المخزون مثل ما ینزل فی تلک اللیلۃ، یعنی اور شان یہ ہے کہ سوائے علم مذکور ولی امر کیلئے ہر روز خدا کا علم خاص مکنون وعجیب مخزون حادث ہوتا ہے جیسا کہ اس رات میں نزول امر ہوتا ہے ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ ان اللہ عزیز حکیم۔ علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ ائمہ علیہ السلام کی نسبت جو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ عالم الغیب نہیں ہیں اسکے یہ معنی ہیں کہ وہ خود بخود بلا الہام و وحی نہیں جانتے ورنہ من جانب اللہ تو ان کو علم غیب دیا جاتا ہے اور علم غیب انبیاء و ائمہ علیہم السلام کے معجزات خاصہ میں سے ہے (ساوع بحار) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک شخص نے عرض کیا۔ کیا آپ علم غیب جانتے ہوتے فرمایا جو ہم کو بتایا جاتا ہے ہم جان لیتے ہیں جو ہم کو نہیں بتلایا جاتا نہیں جانتے یہیں سے یہ اشکال بھی رفع ہوگیا۔ جب ہر شب قدر میں ولی زمان پر علم زیادہ ہوتا رہتا ہے بلکہ ہر ساعت تو علم ولی زمان رسول خدا سے زیادہ ہوگیا اور یہ خلاف ہے کیونکہ فرع زائد بر اصل نہیں ہوسکتی کیونکہ جو کچھ علم شب ہائے قدر و روز بروز و ساعت بساعت زیادہ ہوتا ہے وہ اول رسول خدا پر نازل ہوتا ہے اور بعد ازاں جناب امیر پر اور پھر اسی طرح یکے بعد دیگرے نازل ہو کر ولی زمان تک پہنچتا ہے پس کوئی اشکال نہیں ہے۔

حدیث ذیل اُن اُمور کی مزید تائید کرتی ہے۔ ثمالی نے حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے تین امور کی نسبت آپ سے دریافت کیا کہ بلا تقیہ جواب دیں۔ فرمایا دریافت کر میں نے عرض کیا۔ فلاں اور فلاں کی نسبت کیا فرماتے ہیں فرمایا "فعلیہما لعنۃ اللہ بلعناتہ کلہا" واللہ وہ کافر و مشرک مرے۔ پھر میں نے عرض کیا کیا ائمہ مُردوں کو زندہ کرتے اور اندھوں و برص والوں کو اچھا کرتے اور پانی پر چلتے ہیں فرمایا کوئی شے خدا نے کسی پیغمبر کو نہیں دی مگر یہ کہ وہ محمد مصطفےٰ کو عنایت فرمائی ہے اور انکے جو اور کسی پیغمبر کو نہیں دیا۔ میں نے کہا۔ کیا آنحضرتؐ نے سب امیر المومنین کو دیدیا۔ فرمایا ہاں۔ پھر حسنؑ اور حسینؑ کو اور ہر ایک امام کو روز قیامت تک مع اس زیادتی کے جو ہر سال اور ہر مہینے میں پیدا ہوتی ہے بلکہ خدا کی قسم ہر ساعت۔ ایضاً حضرت باقر العلوم نے سائل کے اس سوال کے جواب میں

کہا یا رسول خدا کے پاس شب قدر میں وہ چیز نازل ہوتی تھی جس کو وہ پہلے سے نہیں جانتے تھے فرمایا یہ سوال تیرے لئے جائز نہیں ہے (یعنی یہ اسرار الٰہی ہیں جس پر ہر شخص مطلع نہیں ہو سکتا) لیکن علم ماکان وما یکون۔ پس کوئی نبی نہیں مرتا مگر یہ کہ یہ علم اپنے وصی کو پہنچا دیتا ہے اور وہ وصی اسکو جانتا ہے لیکن وہ علم خاص جس کی بابت تو دریافت کرتا ہے سو خداوند عالم تعالیٰ اس سے انکار کرتا ہے کہ سوائے اپنے اوصیاء کے اور کسی کو اس پر مطلع کرے۔

غرض وقتاً فوقتاً جو زیادہ ہوتا رہتا ہے وہ یہی علم خاص دغیب ہوتی ہے۔ جو انہی کو دیا جاتا ہے اور کسی کو نہیں دیا گیا۔ کما قال الصادقؑ۔ ان اللّٰہ اصطفانا وآتانا ما لم یوت احداً من العالمین (یعنی اللہ نے ہم کو برگزیدہ بنایا ہے اور ہم کو اتنا دیا ہے کہ اور کسی مخلوق کو عالمین میں سے نہیں دیا۔ ورنہ علوم انبیاء و ملائکہ جو خزانہ علم الٰہی سے نکل چکے ہیں وہ تو یہ پہلے ہی سے جانتے ہیں بلکہ ملائکہ کو بھی انہی سے پہنچے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ شکم مادر سے باہر آتے ہیں تو تمام صحف و کتب انبیاء سنا دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو حالات ولادت ائمہ علیہم السلام خصوصاً امیر المومنینؑ و افضل الوصیین چنانچہ ابو سعید خدری کی روایت میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جس وقت علیؑ پیدا ہوئے تو دایاں ہاتھ دائیں کان میں اور بایاں بائیں میں رکھ کر اذان و اقامت کہی اور شہادتیں اُس کی جو آدم پر نازل ہوا تھا اس سے خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی خبر دی پھر میری طرف مڑے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ پھر کہا یا رسول اللہ کیا میں پڑھوں؟ میں نے کہا پڑھو پس ان صحف سے ابتداء کی جو آدم پر نازل ہوئے اور شیثؑ کے پاس تھے اُن کو اسی طرح پڑھا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو اقرار کرتے کہ علی کو ان سے بہتر یاد ہیں اور ان کو اول سے آخر تک حرف بحرف پڑھا۔ پھر صحف نوحؑ و صحف ابراہیمؑ توریت و زبور و انجیل کو اس طرح پڑھا کہ اگر یہ زندہ ہوتے تو اقرار کرتے کہ علیؑ ان سے حافظ تر ہیں۔ پھر وہ قرآن جو مجھ پر نازل ہوا ہے اول سے آخر تک پڑھا جیسا کہ مجھے اب یاد ہے اور مجھ میں اور ان میں وہ گفتگو ہوئی جو انبیاء اپنے اوصیاء سے کرتے ہیں الخ (بحار)

اور موافق روایت حکیمی حالات ولادت باسعادت ولی الزمانؑ عجل اللہ فرجہ مروی ہے جب آپ پیدا ہوئے تو امامؑ نے فرمایا اے فرزند بولو۔ کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ الخ کہ تمام ائمہؑ کے نام لئے اور اپنے اسم مبارک تک پہنچے پھر فرمایا۔ ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین۔ الخ

پھر امامؑ نے فرمایا صحف انبیاء پڑھو پس صحف آدم سے ابتداء کی اور اسکو سریانی میں پڑھا بعد ازاں صحف نوحؑ۔ ہود۔ صالح۔ و ابراہیم و توریت و زبور و انجیل اور قرآن حمید کی تلاوت فرمائی بعد ازاں قصص انبیاءؑ تا زمانِ خود بیان فرمائے (رواہ الحمویؒ لقد انجم الثاقب غیرہ)۔ فتامل حق تدبر و لا تکن من الغافلین و قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی و لو جئنا بمثلہ مددا۔

باب اول

فصل

(ابتدائی مباحث)

ان مقدمات کے بعد اب ہم ما نحن فیہ کو بعد نقل اصل سوال و جواب شروع کرتے ہیں و نستعین،
رسالہ شیعہ ماہ اکتوبر ۱۹۰۸ء میں منجملہ دیگر سوالات و جوابات حسب ذیل سوال و جواب جناب مولنا مولوی سید ناصر حسین صاحب دام ظلہ العالی کے نام سے شائع ہوا تھا۔

اصل عبارت سوال یہ ہے۔ یہ امر ہر ملت و مذہب میں پایہ تحقیق کو پہنچا ہوا ہے کہ جناب رسول خداؐ کے بعد کوئی دوسرا شخص مثل جناب امیرؑ عالم و فاضل نہ تھا اور یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ جناب امیرؑ مثل جناب رسول خداؐ امی نہ تھے اور جب آپ کا امی نہ ہونا ثابت ہے تو ضرور آپ نے کسی دوسرے سے کسب علم کیا ہوگا پس نزدیک حضرات علماء شیعہ مدظلہم کے کون شخص آپ کا استاد ہے و نیز اس کا کیا نام ہے اور اس کا علم بھی مثل آپ کے تھا یا معمولی کہ جس سے آپ نے تھوڑا سا علم حاصل کیا ہو پھر تائید ربانی سے علم کے اس اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے ہوں جو قوت انسانی سے باہر ہے مفصل ارشاد ہو۔ بینوا و توجروا۔

سوال مذکور سے چند باتیں روز روشن کی طرح آشکار و نمایاں ہیں۔

اول۔ سائل جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بابت کچھ دریافت نہیں کرتا

دوم۔ سائل کے نزدیک امی کے معنی یہ ہیں کہ بطریق مروج و مرسوم کسی سے تعلیم نہ پائی ہو اور عالم ہو چنانچہ سائل کا فقرہ "اور جب آپ کا اُمّی نہ ہونا ثابت ہے تو ضرور آپ نے کسی دوسرے سے کسب علم کیا ہوگا" بصراحت و کمال وضاحت اس پر دال ہے۔ ہاں جو معمولی اردو بھی نہیں سمجھ سکتا یا دیدہ و دانستہ کسی رد بے جا یا دنیوی غرض سے لوگوں کی آنکھوں میں دن دہاڑے خاک ڈالنا چاہتا ہے اُس کا علاج نہیں وہ جو چاہے معنی گھڑلے۔

سوم۔ سائل کے نزدیک مسلّم ہے کہ جناب امیرؑ اُمّی نہ تھے اور ضرور انہوں نے کسی سے تعلیم مروجہ پائی تھی۔

چہارم۔ سائل صراحتاً یا کنایتاً علم قرات و کتابت حضرت رسالت مآبؐ و جناب ولایت مآبؑ کی بابت خصوصیت کیساتھ کچھ دریافت نہیں کرتا۔ مطلقاً علوم جنابؑ کی بابت سوال کرتا ہے:۔

پنجم۔ سائل دریافت کرتا ہے کہ جناب امیرؑ کا اُستاد کون تھا اور اس کا کیا نام ہے؟

ششم۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے اُستاد کا علم کس درجہ کا تھا معمولی یا مثل جنابؑ

ہفتم۔ سائل کے نزدیک اُمّی کے ایسے معنی ہرگز نہیں ہیں جن کے ثابت ہونے کی وجہ سے جناب رسول خدا حضرت امیرؑ کے استاد قرار پا سکیں اور سوال سائل میں اس کی کوئی تصریح نہیں ہے۔

ہشتم۔ یہ بالکل غلط اور سائل پر افترا اور بہتان صریح ہے کہ اُسکے نزدیک اُمّی کے معنی یہ ہیں کہ جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔

نہم۔ سائل کے سوال میں ہرگز اس امر کی طرف اشارہ نہیں ہے کہ جناب رسول خدا لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ (ان هذا الا اختلاق)

دہم۔ جناب امیرؑ علوم میں سب سے افضل تھے اور اس درجے پر پہنچے ہوئے تھے جو قوت انسانی سے باہر ہے۔

یازدہم۔ سوال کے تمام اجزاء پر غور کرنے سے صاف معلوم ہے کہ سائل صرف جناب امیرؑ کے اُستاد کا نام اور اُس کے علم کی بابت سوال کرتا ہے اور بس۔

جواب جناب مفتی مدظلہ العالی:۔ عقیدۂ اہل حق یہ ہے کہ جناب رسالت مآبؐ کو تمام علوم من اللہ حاصل ہوئے اور جناب امیر علیہ السلام کو تمام علوم من اللہ و من الرسول صلوات اللہ

علیہ وآلہ حاصل ہوئے۔ اور ملکۂ قرات وکتابت جناب رسالت مآبؐ کو بعد بعثت من اللہ عطا ہوا اور جناب امیرؑ کو یہ ملکہ ممکن ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا ہو اور ممکن ہے کہ من اللہ عطا ہوا ہو۔ اور اگرچہ اوّل اظہر ہے۔ لیکن تصریح اس امر کی کہ یہ ملکہ ان جناب نے کس سے تحصیل فرمایا کتب تواریخ واحادیث میں نظر قاصر سے نہیں گذری۔ واللہ اعلم۔

ناصر حسین عفی عنہ بقلمہ۔

(منقول از شیعہ)

جواب مذکور سے حسب ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں۔

اوّل۔ جواب میں معنی اُمّی کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی دام ظلہ کے نزدیک بھی بظاہر امی کے وہ ہی معنے ہیں جو سائل بنے لئے ہیں۔ اور جناب امیر بایں معنی اُمّی نہ تھے۔

دوم۔ جناب مفتی دام ظلہ کے نزدیک اظہر یہی ہے کہ جناب امیرؑ نے لکھنا پڑھنا کسی دوسرے سے ہی حاصل کیا۔

سوم۔ علم قرآت وکتابت (پڑھنے لکھنے) میں جناب امیرؑ کے اوستاد حضرت رسول خدا نہیں ہیں اگر جناب مفتی دام ظلہ علم قرآت وکتابت میں بھی جناب امیرؑ کا اُستاد رسول خدا ہی کو جانتے تو صرف یہ فرماتے کہ جناب امیرؑ کو تمام علوم من اللہ ومن الرسول حاصل ہوئے علم قرات وکتابت کو علیحدہ ذکر کرنے اور اُسکے اکتسابی ہونے کی شق کو اختیار کرنے سے صاف ثابت ہے کہ اُن کے نزدیک یہ علم اُن علوم میں داخل نہیں ہے جو من اللہ ومن الرسول حاصل ہوئے تھے۔

چہارم۔ جناب مفتی مدظلہ العالی کا یہ فرمانا کہ "جناب امیرؑ کو تمام علوم من اللہ ومن الرسول حاصل ہوئے۔ اور جناب امیرؑ کو یہ ملکہ (قرأت وکتابت) ممکن ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا ہو اور ممکن ہے کہ من اللہ عطا ہوا ہو" صاف دلالت کرتا ہے کہ اُنکے نزدیک علوم کا من اللہ ومن الرسول حاصل ہونا اکتساب نہیں کہلاتا۔ اور تعلیم الٰہی وتعلیم نبوی ایک سلسلے میں داخل ہیں اور دونو اکتساب سے خارج ہیں اور اکتساب کے یہی معنی ہیں جو عام طور پر مروج ہیں یعنی یہی طریقہ معمولی جس سے ہم علوم تحصیل کرتے ہیں۔

پنجم۔ جناب مفتی مدظلہ کا یہ فرمانا کہ "اور ملکۂ قرأت وکتابت جناب رسالت مآبؐ کو بعد بعثت من اللہ عطا ہوا" صاف دلالت کرتا ہے کہ قبل بعثت جناب رسالتمآبؐ ملکۂ قرات وکتابت نہ رکھتے تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ قبل بعثت کی اس میں نفی نہیں ہے یا قبل بعثت کا حال مسکوت عنہ ہے تو پھر "بعد بعثت من اللہ عطا ہوا" کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ عطا وہی چیز

ہوگی جو موجود نہ ہو اور عطا ہونا اُس وقت بولا جائیگا جبکہ اُسکے پہلے نہ ہونے کا علم حاصل ہو۔ پس جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی کو اس کا علم حاصل ہے کہ ملکہ قرآت وکتابت جناب رسالتمآب میں قبل بعثت نہ تھا۔ اور اسی واسطے جناب نے فرمایا کہ یہ ملکہ بعد بعثت آپ کو عطا ہوا ہے اگر یہ زبان اردو ہے تو اسکے یہی معنی ہیں اور اہل زبان اس کی تصدیق کر سکتے ہیں اور اسکے خلاف معنی لینا گو یا جناب مفتی مدظلہ کے کلام کو بے معنی یا کم سے کم غلط محاورہ و غلط استعمال پر مبنی قرار دینا ہے۔

ششم۔ جواب میں سائل کے اصل سوال کا جواب نفی میں ہے کہ اُن کو اُستاد جناب امیرؑ کا نام معلوم نہیں کہ کون تھا۔ و علیٰ ہذا القیاس اُسکے علم کا حال۔ شیعہ رسالے میں اس سوال وجواب کو دیکھکر بعض مومنین و علماء کو سخت افسوس وصدمہ وملال ہوا اور جناب مولانا مولوی سید محسن علی شاہ صاحب سبزواری دام مجدہٗ نے ایک مضمون ۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء کے اخبار ناظم الہند سفیر گورنمنٹ لاہور میں شائع کیا۔ کہ یہ جواب درست نہیں ہے۔ چنانچہ اصل مضمون مع نوٹ اڈیٹر اخبار ناظم الہند حسب ذیل ہے۔

چو کفر از کعبہ برخیزد۔ ذیل میں ہمارے ریلیجس ہمعصر رسالہ شیعہ کی تازہ مذہبی خدمت کو روشنی میں لانے کے لئے پنجاب کے ایک نامور عالم (مگر مجتہد نہیں) کی نہایت ضروری مراسلت درج کی جاتی ہے۔ یہ اُس استفتاء کے متعلق ہے جو علم قرآت وکتابت حضرت ختمی مرتبتؐ اور جناب امیر علیہ السلام کے اکتسابی وغیر اکتسابی ہونیکے متعلق گھڑا جاکر جناب مولوی سید ناصر حسین صاحب کی جانب سے ایک مہمل اور خلاف عقیدۂ مذہب امامیہ جواب پیش کرتا ہے اس جواب کی نسبت ہم کبھی نہیں کہ سکتے کہ مولانائے موصوف نے دیا ہو کیونکہ وہ لکھنؤ کے ایک بلند پایہ مجتہد ہیں۔ لہٰذا اس امر کا رسالہ شیعہ ہی جوابدہ ٹھہرتا ہے کہ جواب جناب موصوف کا لکھا ہوا ہے۔ جب آپ نے یہ ثابت کر دیا تو ہم مجبور ہونگے کہ اپنی اس دیرینہ عقیدت پر جو مولانائے موصوف سے رکھتے ہیں عنوان کا مصرع پڑھکر ندامت کے آنسوؤں کا پانی پھیر دیں۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ۔
کہ بامن ہر چہ کرد آں آشنا کرد ۔

(اڈیٹر)

(اصل مضمون مولوی محسن علی صاحب) پرچہ شیعہ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۰۸ء میں چند فتاویٰ جناب مولوی سید ناصر حسین صاحب کی طرف سے کسی فرضی مستفسر کے جواب میں شائع ہوئے ہیں۔

استفتاء اور جواب کی عبارتوں سے صاف پایا جاتا ہے کہ نہ مستفتی شیعہ ہے اور نہ مجیب

پھر ایسے جواب کو کون خیال کر سکتا ہے کہ کسی شیعہ عالم کی طرف سے تحریر ہوئے ہوں۔ نہایت افسوس ہے ایڈیٹر شیعہ پر کہ وہ معمولی مناظرہ تو اس زور شور سے لکھتے ہیں اور اعتقادی باتوں پر ایسی لاپروائی۔ کیا اڈیٹر کا یہی اعتقاد ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ملکۂ کتابت و قرأت بعد بعثت عطا ہوا۔ اور جناب امیر علیہ السلام کو ممکن ہے کہ یہ ملکہ اکتسابا حاصل ہوا ہو مگر مجیب بے بصیرت کی نگاہ سے نہیں گذرا کہ حضرت امیر نے یہ ملکہ کس سے حاصل کیا۔ پھر معلوم نہیں مجیب نے یہ امکان کہاں سے حاصل کیا۔ البتہ لفظ اظہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مجیب فقہ پڑھا ہوا ہے مگر اس کو معلوم نہیں کہ لفظ اظہر فروع میں استعمال ہوتا ہے یا اصول میں۔ غرض اخیر کا جواب اعتقاد حقہ فرقہ شیعہ کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ فرقہ حقہ کا انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ وہ قبل از بعثت بلکہ قبل از ولادت ابتداء خلقت سے تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں جس پر قرآن مجید کی کئی آیات بعیدہ شاہد ہیں۔ دیکھو سورۂ مبارکہ مریم جناب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی فرماتے ہیں "انی عبد اللّٰہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا این ما کنت واوصانی بالصلوۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا" یعنی میں بندۂ خدا ہوں مجھکو کتاب دی ہے اور مجھے نبی گردانا ہے اور مبارک بنایا ہے جہاں کہیں میں ہوں (ابتداء آفرینش سے انتہا تک) اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی وصیت فرمائی ہے مادامیکہ میں زندہ ہوں۔ یہ تمام الفاظ بصیغۂ ماضی استعمال ہوئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قبل از ولادت یہ تمام مراتب عطا ہو چکے تھے۔ حالانکہ کتاب آپ پر ۳۰ سال بعد نازل ہوئی جب عیسیٰ کا یہ حال ہے تو خاتم الانبیاء و سید الانبیاء کی نسبت کون اعتقاد کر سکتا ہے کہ اُن کو ملکۂ قرأت و کتابت بعد بعثت حاصل ہوا (حالانکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کنتُ نبیا و آدم بین الماءِ والطین) اور نفس رسول علیہ السلام نے بھی یہ ملکہ کسی سے حاصل کیا ہو۔ افسوس ہے کہ کتب شیعہ کا بہت سا ذخیرہ اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ مگر نظر قاصر اردو ترجمہ بھی نہیں دیکھ سکی۔ حیات القلوب اردو و جلاء العیون اردو میں حالات ولادت ائمہ علیہم السلام میں صاف اردو لکھا ہے۔ عینک لگا کر دیکھو۔ جلاء العیون اردو صفحہ ۱۹۰ جلد اول حالات ولادت جناب امیر جب حضرت علی علیہ السلام کو گھر میں لائے۔ تو حضرت رسولؐ گھر میں تشریف لائے اور جناب امیرؑ کو دامن مبارک میں لیا۔ جب نظر جناب امیر جمال بیمثال حضرت رسولؐ پر پڑی شاداں و خنداں ہوئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پس بقدرت کاملۂ

حق تعالے تلاوت سورۂ مومنون شروع فرماکر قَاھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْن تلاوت فرمایا اسی طرح ہر ایک امام وقت ولادت آیات قرآنی تلاوت فرماتا رہا بلکہ قبل از ولادت ایام حمل در شکم مادر میں یہ حضرات قرآت و تسبیح فرماتے تھے اور اُنکے کٹے ہوئے سر نوک نیزہ پر قرأتِ قرآن فرماتے تھے فاعتبروا یا اولی الابصار (راقم آثم الطلاب سبزواری)۔

ہم دیباچہ میں عرض کر چکے ہیں کہ ممکن ہے بعض کی نظر میں حضرت ختمی مرتبتؐ کا چالیس سال تا دم بعثت جاہل رہنا یا ملکۂ قرآت و کتابت سے عاری ہونا کوئی منقصت نہ ہو اور جناب امیر المومنینؑ کا کسی علم کو دوسرے سے کسب کر لینا ناقص امامت یا معیب شان امامت نہ سمجھا جائے۔ لیکن وہ شخص جو یقین رکھتا ہے کہ حضرت ختمی مرتبتؐ سید المرسلین و افضل النبیین معدن علم و شہر علوم و خزانہ علوم الٰہی ہیں اور اول و افضل و اکمل و اعلےٰ مظہر ذات جامع الکمالات واجب الوجود عز و جل ہیں اور جو کچھ کمالات تمام انبیاء کو دیئے گئے تھے وہ سب مع شئی زائد آپ کی ذات با برکات میں جمع تھے بلکہ ہر ایک فیض جو کسی نبی یا رسول وغیرہم کو پہنچا ہے وہ انہی کے واسطہ سے پہنچا ہے اصل محل و مورد فیض و رحمت الٰہی یہی ہیں اور کوئی مخلوق ان سے افضل و اشرف و اکمل و اعلیٰ نہیں اور جناب امیرؑ سوائے نبوت باقی تمام کمالات میں شریک نبیؐ ہیں اور نفس رسولؐ۔ باب علوم نبوت و صندوق اسرار الٰہی ہیں اور یہ بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ نبی یا امام شکم مادر ہی سے نبی یا امام پیدا ہوتا ہے اور علوم ساتھ لیکر آتا ہے اور عوام اُن برگزیدگان خدا میں یہی فرق ہے۔ وہ اس سوال و جواب کو دیکھکر کہ سکتا ہے کہ یہ سوال کرنے والا کہ جناب امیرؑ کا اوستاد کون ہے اور وہ کیسا عالم تھا۔ اور یہ جواب دینے والا کہ جناب امیرؑ نے لکھنا پڑھنا کسی سے سیکھا لیکن اُنکے اُستاد کا نام معلوم نہیں شیعہ نہیں ہیں۔ کیونکہ عام طور پر چھوٹے بڑے۔ جاہل و عالم تمام شیعہ اسی بات کے قائل ہیں کہ حضرات معصومینؑ خدا کے ہی پڑھائے ہوئے ہیں کسی دوسرے سے تعلیم نہیں پاتے اور محققین کا قول ہے کہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام میں کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ انہوں نے کسی سے تعلیم پائی ہو۔ یا کسی مسئلہ کے جواب میں یہ کہا ہو کہ ہم نہیں جانتے۔ یا کسی امر میں یہ فرمایا ہو کہ ہماری رائے یہ ہے۔ اور اگرچہ مسئلہ قرآت و کتابت حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں بعض علماء کو شبہ ہوا ہے فی الجملہ اختلاف رکھتے ہیں جیسا کہ آیندہ مفصل لکھا جاتا ہے۔ لیکن جناب امیرؑ کی بابت یقینی طور پر آج تک نہیں سنا گیا تھا کہ انہوں نے کوئی معمولی سا علم بھی کسی سے سیکھا ہے بلکہ موالفین و مخالفین کے نزدیک تمام علوم اسلامیہ کا مرجع اور منتہیٰ جناب امیر ہی ہیں خصوصاً دۂ العلوم الغیر المتناھیہ

حقیقۃ المنقلطۃ السبائیۃ" بنابریں جناب مولوی محسن علی شاہ صاحب کا یہ فرمانا کہ نہ مستفتی شیعہ ہے اور نہ مجیب اسی اعتقاد پر مبنی ہے زیادہ موجب استعجاب نہیں اسی طرح پر ایڈیٹر ناظم الہند اور اُن کا یہ استبعاد کہ یہ مسئلہ مولانا سید ناصر حسین صاحب دام ظلہ کے قلم سے نکلا ہے امامت ونبوت کے متعلق انکا اپنا اعتقاد اور جناب مفتی موصوف مدظلہ العالی کے متعلق اُن کا حسن ظن اِس کو مقتضی ہے کہ وہ کہ سکیں یہ کسی شیعہ عالم کی طرف سے نہیں ہو سکتا اور اسی بنا پر مجیب بے بصیرت وغیرہ لفظ استعمال کریں جیسا کہ اُن کی عبارات سے صاف ظاہر ہے۔ ہم دل کا حال نہیں جانتے اور کسی کے باطن کی نسبت کوئی خاص رائے قائم نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ ہم اپنے پورے یقین کے ساتھ کہ سکتے ہیں کہ یہ کہا گیا کہ مولانا ناصر حسین صاحب کا جواب نہیں ہے۔ وہ ہرگز ایسا نہیں فرما سکتے۔ بلکہ ایک صاحب نے بہت دیر تک اس پر خود مجھ سے بحث کی کہ ہرگز مولانا صاحب کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ جب اُنکو رسالہ شیعہ دکھلایا گیا تو فرمایا کہ شیعہ نے غلط چھاپ دیا ہے اسی طرح پر اگر اڈیٹر ناظم الہند اور مولوی محسن علی صاحب بھی ایسا گمان کریں تو بعید از عقل نہیں اور غالباً یہی وجہ تحریر کے عنوان کی ہو لیکن ہم یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ کچھ بھی کیوں نہ ہو اعتراض سخت لہجے میں کیا گیا جس نے طول بحث کیلئے سبب قوی کا کام دیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید بحث کو اتنا طول نہ ہوتا اور یہ ناگفتہ بہ صورت اختیار نہ کرتی ؎ ولکن قد قضی الامر ۔ اسکے ساتھ ہی ہم یہ بھی ضرور کہینگے کہ بلحاظ علوِ شان جناب مفتی صاحب دام ظلہ ان کو یہ مناسب نہ تھا کہ اُن کی طرف سے اس کا جواب ترکی بترکی دیا جائے اور تعلیم وتبلیغ کے طریقہ سے قطع نظر کرکے مجادلہ ومکابرہ یا پولیٹکل جنگ پنجاب ویوپی بنا دی جائے۔ اُنکے مکارم اخلاق وعلم وفضل کا منشاء یہی تھا کہ وہ اس شبہ کو نہایت نرمی سے رفع کر دیں اور اگر وہ چاہتے تو ایسا کر سکتے تھے اور اس بحث ومباحثہ کی ہرگز نوبت نہ آتی۔ کیونکہ دراصل یہ خیال بالکل غلط ہے کہ علماء کثرھم اللہ کی توہین کی غرض سے عمداً یہ مسئلہ اٹھایا گیا تھا۔ (لعنۃ اللہ علی الکاذبین)

غرض اس اعتراض یا شبہ کے جواب یا رد میں خلافِ امید ایک ممتاز الافاضل[ع۱] صاحب زید فضلہ کی طرف سے ایک مضمون بایں عنوان (کلام ما فہمیدن مشکل است نہ کہ بر ما اعتراض کردن) ۲۲ دسمبر ۱۹۰۶ء کے اثنا عشری میں شایع ہوا۔ جو یہ ہے۔ یہ جملہ ایک مشہور عالم کا تکبر سے بہت دور اور بیان واقع سے بہت قریب مدتوں سے مشہور رہا ہے اس میں شک نہیں کہ کلام علماء سمجھنا آسان

ع۱۔ ممتاز الافاضل کا نام مضمون میں ظاہر نہیں کیا گیا تھا۔ بنابریں بعض کا خیال ہے کہ وہ جناب سید سبط حسن صاحب ہیں اور اکثر کی تحقیق ہے۔ کہ سید شبیر حسین جونپوری ہیں :۔

امر نہیں بلکہ وہ ایک اعلیٰ قابلیت پر موقوف ہے جو بے سوادی سے منزلوں فاصلہ پر ہے اُنکے کلام کے معانی کا دریافت کر لینا اور اُن کی تہ تک پہنچ جانا معمولی آدمیوں کیلئے ناممکن ہے خصوصاً وہ لوگ جو اپنے مذہب کی حدود کی شناخت سے عاجز ہیں اور اُن کو یہ نہیں معلوم کہ ہمارے مذہب مسلم شدہ کے تسلیمی مسائل کونسے ہیں ان سے ترقی فہم کی کیا اُمید ہو سکتی ہے اور کیونکر جہلا سے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ چپ ہو جائیں اور اُنکی کم مایگی کا خیال پرواز عالم بالا سے رہ کے۔ مگر وہ بلے نام عالم جو کسی زمین میں پہنچکر اپنے نفس کو تمام علوم کا مرکز سمجھتا ہو اور واقع میں علم سے ربط نہ ہو اُس کی زبان کا قفل تو جب ہی بند ہو سکتا ہے۔ جب وہ اپنے جہل کی جانب تھوڑی سی نظر بھی کرے لیکن مجھے ان معتقد نامہ نگاروں سے سخت تعجب ہے جو انکے سلئے ایسے کلاموں کو شایع کریں جن سے مذہبی مسلمات پر نافہمی کے حملے ہوں۔ آج میں نے **ناظم الہند** مطبوعہ ۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء کا اتفاقاً مطالعہ کیا جس میں جو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی کی سرخی میں جہل کا سواد دکھایا گیا ہے۔ اور دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ رسالہ شیعہ کی تازہ مذہبی خدمت کو روشنی میں لانیکے سلئے پنجاب کے ایک نامور عالم مگر مجتہد نہیں۔ کی نہایت ضروری مراسلت درج کی جاتی ہے یہ اُس استفتاء کے متعلق ہے جو علم قرآت و کتابت ختمی مرتبتؐ اور جناب امیر علیہ السلام کے اکتسابی یا غیر اکتسابی ہونیکے متعلق تھر اجا کر جناب مولانا مولوی سید ناصر حسین صاحب کی جانب سے ایک مہمل اور خلاف عقیدۂ مذہب امامیہ جواب پیش کرتا ہے۔ اس عبارت میں چند افسوسناک باتیں ہیں۔

اولاً یہ سرخی دراصل سرخی معکوس ہے کیونکہ جب کعبۂ کفر کی شناخت اسلامی اور ایمانی بھائیو کو نہیں تو کیا کسی برہمن یا کالیستھ کو ہوگی؟ اور پھر جن بزرگ نے اس جواب پر نوٹ فرمائے ہیں۔ ان کو پنجاب کا نامور عالم تسلیم کرنا۔ اگر پنجاب اسی آفت میں مبتلا ہے تو خدا اس پر رحم کرے نامور عالم کی بے سوادی جب اس حد پر ہے جو ایراد سے معلوم ہوتی ہے۔ تو بیچارے غیر نامور نہ معلوم کن جہالتوں میں مبتلا ہیں۔ اس نامور عالم کی کوئی عبارت لکھنا میں تضیع وقت سمجھتا ہوں۔ لیکن اُن کا اعتقاد اُنکے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ائمہؑ اور رسول اللہؐ کا علم جمیع اشیاء کے ساتھ ذاتی تھا اور اس بنا پر انہوں نے کسی ملکہ کا اکتسابی ہونا تسلیم نہیں کیا بلکہ وہ اسکو سلطۂ مذہب امامیہ کے بالکل خلاف سمجھتے ہیں اسی وجہ سے انہوں نے اس جواب کو جو ایک عالم خبیر کے قلم سے نکلا ہے اور اس میں نفی علم ذاتی متعلق بقرأت وکتابت مرقوم ہے۔ بالکل لغو بلکہ مضر مذہب سمجھکر مجیب کو شیعیت سے خارج فرض کیا ہے انکو شیعہ اور غالی میں فرق معلوم نہیں

اور مسلم و غیر مسلم میں بالکل امتیاز نہیں اگر وہ اپنے وقت عزیز کو ضائع نہ فرض کریں تو وہ علم جو عین ذات
مانا گیا ہے اس میں اتنی تحقیق فرمالیں کہ ائمہ اور مرسلین و خدا میں مشترک ہے یا ان میں سے کسی ایک
فرد کیساتھ خاص ہے تو غالباً انکو معلوم ہو جائے کہ کتنی گہری غفلت میں وہ غرق ہیں علماء امامیین میں
سے کسی ایک فرد نے بھی اسکو نہیں لکھا ہے کہ علم ائمہ و رسل ذاتی ہے بلکہ انکے تمام علوم یا وہبی ہیں جن
کے لئے واہب ضروری ہے یا اکتسابی ہیں اپنے ہی سلسلہ سے جنکے لئے ایک سے دوسرے تک
پہنچنا لازم ہے ان دونوں صورتوں میں علم ذاتی کہاں اگر یہی ہے تو تعلیم رسالت کا انکا رجناب
امیر المومنین علیہ السلام کیلئے ایک ضروری امر ہوگا حالانکہ یہ بالکل باطل ہے اور یوں ہی رب زدنی علماً کیا محض حکم لفظی ہے جو لغو ہے اور کیا داعی کا اس وقت اضافہ علم مقصود نہ تھا حالانکہ بنا بر
اعتقادِ عالم پنجاب ایک عالم ذاتی کو اس قسم کی دعا سے کسی قسم کا فائدہ نہ ہونا چاہیئے۔ یہ سچ ہے کہ انبیاء
تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں۔ مگر فہم سے اتنا کام لینا چاہیئے کہ ان کمالات سے
مراد وہ ہی کمالات ہیں جو اُن کے لئے من حیث النبوۃ لازم ہیں۔ علاوہ بریں ہر شے کا کمال اُسکی
ذات کے اعتبار سے دیکھا جاتا ہے بندہ کے کمالات چاہے وہ نبی ہو یا امام تصور کئے جا سکتے ہیں
جو کمال عبدیت کے لحاظ سے ان میں ممکن ہیں نہ وہ کمالات جو اُس کی ذات کیلئے ناممکن ہیں مثل اسکے
وہ عالم بالذات ہو یا قدیم بالذات ہو یا علۃ العلل ہو اور اسی طرح سے وہ کمالات جو بشر کیلئے ناممکن ہیں
ہرگز بشر کی طرف منسوب نہیں کئے جا سکتے۔ ہم انبیاء اور اُنکے اوصیاء کو بشری حدود میں جو کمالات ممکن
ہیں انکے اعتبار سے کامل بلکہ اکمل سمجھتے ہیں۔ لیکن کیا اس مقولہ کے یہ معنی ہیں کہ ان میں احتیاج افاضات
باری کم ہو گئی یا تعلیم الٰہی سے مستغنی ہو گئے۔ ہرگز نہیں بلکہ بسا اوقات انبیاء اولوالعزم بعض
علوم میں محتاج دوسرے انبیاء کی طرف پائے گئے ہیں کیا مولانا یعنی عالم نامور نے سورہ کہف
میں حکایت موسیٰؑ و خضر نہیں پڑھی ان کئی سو آیتوں میں جو انکے مطلب پر انکے نزدیک دال ہیں یا آیات
نہیں پھر کیا وہ حضرت موسیٰؑ کو نبی تسلیم نہیں کرتے صرف اس جُرم پر کہ وہ کیوں محتاج تعلیم خضر ہوئے
اور کیوں اُن کو ان باتوں سے لاعلمی رہی جو حضرت خضرؑ کو معلوم تھیں کیا نام اُن کا جریدۂ انبیاء سے
نکالدینے کے قابل ہے۔ اگر وہ اس کو روا سمجھتے ہیں تو اُن کو بعض ملکات کے اکتساب کا امکان
تسلیم کرنا ہوگا خصوصاً قرأت و کتابت میں کہ وہ ایسی چیز نہیں جس پر تبلیغ موقوف ہو اور نہ
ایسی شے ہے جس کا ایک زمانہ محدود تک انبیاء و اوصیاء میں نہ پایا جانا سبب نقص ہو۔ بلکہ
بعض صورتوں میں یہی سبب ظہور کمال ہے جیسے صورت اظہار معجزہ۔ کیونکہ اگر یہ حضرت خرقِ

عادت کی غرض سے باوصف عدم اکتساب ملکہ قرأت وکتابت خدا سے چاہیں تو خدا ضرور اُن کو قوت مرحمت فرمائیگا جس سے وہ غیر اکتسابی قرأت وکتابت بخوبی اعجاز کی حیثیت سے سے دکھائینگے چنانچہ ایسے واقعات معجزات بعض ائمہ علیہم السلام میں مثل حضرت جواد و حضرت امام زمان علیہما السلام ثابت ہیں۔ بالجملہ اکتسابی چیزوں کو بدون اکتساب ظاہر کرنا خرق عادت ہے۔ اور استعداد و ملکہ میں فرق بیّن۔ غالباً ہمارے مولانائے نامور ملکہ اور استعداد میں کوئی فرق نہیں سمجھے اور شاید وہ استعداد ہی کے دعوے پر قائم ہوں۔ لیکن اس صورت میں ہر شخص اس صفت سے متصف ہوسکتا ہے انبیاء و اوصیاء کی خصوصیت نہیں۔ رہ گیا ان ادلہ کا تعرض جس کا ذکر کئی سو آیتوں سے فرمایا ہے وہ لفظی ڈھینگ ہے سب میں اظہر انکے نزدیک انی عبد اللہ آتانی الکتاب ہے اور یہی ضرور تخصیص ذکر کا بھی باعث ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس آیت سے کیا سمجھے کیا آتانی الکتاب اس امر پر دال ہے کہ ان کو انجیل مکتوب ان کے وجود سے قبل دیدی گئی تھی جس کو پیدا ہوتے اور پڑھتے جاتے تھے ہرگز نہیں۔ مدلول اس آیت کا یہ ہے کہ وہ انجیل کا علم رکھتے تھے۔ لیکن اُس کو ملکہ قرأت وکتابت سے کیا واسطہ ہے علاوہ بریں اگر اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ ان کے وجود کے قبل اُن کو کتاب مکتوب دی گئی اور وہ اسکے نقوش کو پڑھتے تھے پھر یہ فرمانا کیونکہ درست ہوگا حالانکہ کتاب آپ پر ۲۳ سال بعد نازل ہوئی یہ فقرہ تو چاہتا ہے کہ وقت دعوے آتانی الکتاب زمانہ ماضی میں کیا معنی حال دعوے میں بھی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ پھر قبل وجود کا کیا ذکر۔ اور استدلال میں صیغہ ماضی سے استمداد یہ بھی مولانا کی زبان دانی عرب اور علم وجود بلاغت پر کافی دلیل ہے اگر یہی فہم ہے تو اَتیٰ امر اللہ کے اعتبار سے مولانا کے نزدیک قیامت مدت ہوئی کہ آچکی اب انتظار بیکار ہے۔ ثانیاً آیت میں انہی چیزوں کا ذکر ہے جو نبوت سے متعلق ہیں لیکن یہ فرمایئے کہ وہ چیزیں جو انبیاء کے لئے بحیثیت انبیا ضروری نہیں مثل کتابت وغیرہ اُن کی تکمیل پر یہ آیت کیونکر دال ہوئی۔ ثالثاً اس اعتقاد سے توکسی نبی میں فاضل وافضل کا تفرقہ نہ نکل سکیگا۔ کیونکہ تمام کمالات ظاہری و باطنی ان میں موجود ہوتے ہیں تو اگر کسی میں کسی چیز کا اضافہ تسلیم کیا جائے تو دوسرے میں نقص لازم آئیگا رابعاً۔ اگر یہی دعوے ہے تو آیہ " ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان" کے لئے کوئی معنی نہیں ہوسکتے۔ خامساً آیہ مبارکہ۔ "وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون"۔ اس اعتقاد کا حتماً نافی ہے۔ کیونکہ نفی ریب نفی علم قرأت وکتابت سے ہوتا ہے۔ نہ ترک استعمال قرأت وکتابت

سے خیال مخلوق و حکمت خالق میں بڑا فرق ہے وہاں تو تعلیم قرأت و کتابت منجملہ براہین نبوت اور موئیدِ اعجاز قرار دیا گیا اور یہاں اس کو منافی نبوت سمجھا جاتا ہے۔ واقعی مقتضائے حکمت نظر عقلی میں یہی ہے جو خالق کی طرف سے ہوا قرأت و کتابت ہوتی تو ضرور قلوب کفار میں یہ خیال قوی ہو کر نمودار ہوتا کہ کتب پیشین سے مضامین پڑھ کر منتخب کر کے جمع کر لئے ہیں اور جب قرأت و کتابت دونو گم ہیں تو سامان جمع و ترتیب مفقود ہے اس پر بھی جب اخبار سلف بیان کئے جائیں اور کتب منزلہ ظاہر کئے جائیں تو اعجاز کے سوا اور وحی ربانی کے علاوہ کیا احتمال ہو سکتا ہے۔ یہ تعلیم قرأت و کتابت منافی مصلحت جب تھی جب آپ مبعوث نہیں ہوئے تھے اور جب مبعوث ہو چکے اور تبیین احکام و شرائع و قصص فرما چکے اور نبوت ثابت ہو گئی تو پھر منافی مصلحت نہیں اسی وجہ سے قلم عجیب تحریر سے اعتراف تعلیم بعثت ظاہر ہوا۔ اور اُسکے بھی پہلے جناب مجلسی رحمہ اللہ نے بحار میں بواسطہ طبرسی رحمہ اللہ جناب سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ کا قول نقل فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں

وَقَالَ فی قولِہٖ اذا لارتاب المبطلون ای ولو کنت تقرأ کتابًا او تکتبہ لوجد المبطلون طریقًا الی الشک فی امرک ولقالوا انما یقرء علینا ما جمعہ من کتب الاولین قال السید المرتضیٰ قدس اللہ روحہ ھذہ الآیۃ تدل علی ان النبی ما کان یحسن الکتابۃ قبل النبوۃ فاما بعدھا فالذی نعتقدہ فی ذالک التجویز لکونہ عالمًا بالقرأۃ والکتابۃ والتجویز لکونہ غیر عالم بہما من غیر قطع علی احد الامرین وظاہر الایۃ یقتضی ان النفی قد تعلق بما قبل النبوۃ دون ما بعدھا ولان التعلیل فی الایۃ یقتضی اختصاص النفی بما قبل النبوۃ لان المبطلین انما یرتابون فی نبوتہٖ لو کان یحسن الکتابۃ قبل النبوۃ۔ فاما بعد النبوۃ فلا تعلق لہ بالریبۃ والتھمۃ فیجوز قد تعلمھا من جبرئیل بعد النبوۃ انتہیٰ۔

اس کلام میں طبرسی کا اعتراف اور مجلسی کی تقریر اس امر کے ساتھ کہ حضرت خاتم المرسلین کو مصلحت خاصہ کی جہت سے قبل بعثت تعلیم قرأت و کتابت نہیں کی گئی بکمال وضوح روشن و آشکار ہے اور بعد ملاحظہ کلام طبرسی و مجلسی کا اس امر کے ساتھ اعتراف صرف تجویز ہی نہیں بلکہ حتمی ہے کہ اسکے خلاف پر اعتقاد کرنا مخالف مفاد آیہ کریمہ ہے اور جناب طبرسی و مجلسی علیہ الرحمہ ہمارے نزدیک ایسے اجل و اعز پایہ پر ثابت ہیں جس منزلت پر اُن کو ہونا چاہئے لیکن پنجاب کا عالم نامور اپنے فتویٰ کے موافق طبرسی و مجلسی سے رکن مذہب امامیہ کو شیعیت سے

خارج قرار دیتا ہے طبرسی ومجلسی سے مقدم حضرت علم الہدیٰ ہیں جو اس لقب کیلئے زیبا ہی نہیں بلکہ شاید اس سے بھی بلند ہوں وہ بعد بعثت علم قرآت وکتابت کو جائز قرار دیتے ہیں وہ بھی حتمی اور قطعی نہیں جیسا کہ اُن کی عبارت متقدم الذکر کا مفاد صریح یہی ہے بلکہ اُن کی عبارت اس مطلب پر نص صریح ہے اور کیونکر وہ ایسا نہ فرمائیں۔ حالانکہ قرآت وکتابت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا لزوم تبلیغ میں محقق ہو۔ لہٰذا اس کا جواب نہ عقلی ہے نہ سمعی۔ افسوس مولانا نے بے سمجھے بوجھے حضرت سلطان المحققین ناصر الملۃ والدین مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ مدظلہ کی جانب اپنی ناواقفیت سے ایک عیب عدم تحقیق عائد کرنا چاہا۔ حالانکہ وہ ایک ناممکن خیال ہے جو محض لاعلمی سے پیدا ہوا ہے وہ ہی اردو کی جلاء العیون یا عین الحیوۃ ملاحظہ فرما کر اور اس کی عبارت کے مطلب سے نا آشنا ہو کے محقق بننا چاہا مگر ایسے کوتاہ نظران نظروں کا احاطہ سیر کہاں پا سکتے ہیں جو کم سے کم ایک مرتبہ ہر ایک ورق تحقیق پر پڑھ چکی ہے حضرت ناصر الملۃ والدین مدظلہ سے زیادہ وہ جناب علم الہدیٰ نے بزعم مولانائے پنجاب غضب ڈھایا کہ وہ تو علم قرآت وکتابت کو بعد بعثت بھی نہیں فرماتے اور جب قبل انکار علم قرآت وکتابت باعث ترک شیعیت ہے تو بعد بعثت کا انکار شاید اسلام سے خروج کا باعث ہوگا لیکن ایک طرف مولانائے پنجاب ہیں دوسری طرف علم الہدیٰ ہیں ان دونوں کی شیعیت میں اگر کلام ہوگا تو دنیا علم الہدیٰ کو شیعہ کہنے سے باز نہ رہیگی۔ لیکن مولانا کو بڑی زحمت کا سامنا ہوگا افسوس کہ اب بھی کچھ لوگ عوام فریبی کو علم کے فروغ کا باعث سمجھتے ہیں اور لغو یا نہ اقوال سے عام نفوس کو فریب دیتے ہیں اور قول حق کو باطل کی صورت میں لانا چاہتے ہیں حالانکہ یہ ناممکن بات ہے۔ پھر اپنے قول مختار کی منقصت نہیں سمجھتے۔ کہ اس میں کیا کیا خرابیاں متصور ہیں علم قرآت وکتابت عربی کے اختیار کے بعد اُن کو یہ بھی فرض ہوگا کہ رد کتابت کے جمیع اقسام کا وجود بھی حضرت میں ثابت کریں پھر شاعر ہونا بھی ضرور ماننا پڑے گا۔ کیونکہ منجملہ اقسام کمال وہ بھی ہے اب اس میں چاہے آیت کی منافی ہو یا تاریخ کی عقیدہ وہ ہی رہے گا جو اپنی رائے میں طے ہو چکا ہے۔ افسوس ۔۔۔۔ افسوس ۔۔۔۔۔

راقم ایک شیعہ ممتاز الافاضل۔

اس مضمون کی طرزِ تحریر اور مضمون نگار صاحب کے جوش خروش کا حال تو ناظرین خود ہی محسوس فرما سکتے ہیں اور اپنے نزدیک فیصلہ کر سکتے ہیں نیز یہ کہ مضمون بحالت موجودہ کہاں تک تطویل بحث کا موجب ہُوا ہوگا بمقتضائے محبت جناب مفتی صاحب یہی تھا۔

ہم صرف اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ سب سے زیادہ خرابی کا باعث منجملہ استدلالات اُن کا وہ استدلال ہے جو انہوں نے آیہ کریمہ "وَمَا کُنتَ تَدْرِی مَا الْکِتَابُ وَلَا الْإِیمَانُ (تو نہیں جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے) سے کیا کیونکہ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی تحقیق اور اعتقاد میں رسول مقبولؐ کو قبل بعثت ملکہ قرآت و کتابت سے خالی تسلیم نہیں کرتا اور اُس کو خلاف شان نبوتی جانتا ہے وہ یہ سن کر کس قدر متعجب ہوگا کہ نبی قبل بعثت قرآت وکتابت تو کیا مطلق کتاب اور ایمان سے بھی واقف نہ تھا کہ ایمان کیا شے ہے (معاذ اللہ گویا نبی چالیس سال تک بے ایمان تھا) اس مضمون اور استدلال سے ایک مومن معتقد کو جو کچھ بھی صدمہ ہو وہ کم ہے اور اس کو وہی دل محسوس کر سکتا ہے جو نبی کی ویسی ہی عظمت وعزت رکھتا ہو جیسی کہ اس شخص کے دل میں ہے۔ ورنہ وہ شخص جو نبی کو مثل اپنے ایک بشر ہی جانتا ہے۔ اُسکے لئے کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔

اتنی مضمون کو دیکھکر بغرض اصلاح ذات البین و اتمام حجت اکثر علماء لکھنؤ کثرہم اللہ وابقاہم کی خدمت میں عریضے ارسال کئے کہ کیا آپ حضرات جناب ممتاز الافاضل کے مضمون مطبوعہ اثنا عشری دہلی سے اتفاق رائے رکھتے ہیں اور کیا میں غلطی پر ہوں۔ اگر ایسا ہے تو مجھے ہدایت کیجائے اور جواب باصواب سے مطلع فرمایا جائے۔ دسمبر سے جون تک ان خطوط کے جواب کا انتظار کیا گیا۔ مگر اوائل جون ۱۹۰۹ء تک کوئی جواب نہ آیا۔

بلکہ مضمون ممتاز الافاضل اور فتوے جناب مفتی مدظلہ العالی کی تائید میں رسالہ العوارف جلد دوم نمبر ۷ بابت ماہ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۲۶ھ میں جس میں جناب مفتی مدظلہ کے فتاوی شائع ہوتے ہیں اور جس سے رسالہ شیعہ نے مسئلہ متنازعہ نقل کیا تھا۔ جناب عمدۃ الافاضل حکیم سید قاسم علی محدث رضوی البحرینی۔ اڈیٹر رسالہ موصوف کی طرف سے ایک مضمون بعنوان دفع المغالطہ۔ شائع ہو کر لاہور پہنچا جس میں قابل مضمون نویس صاحب نے ممتاز الافاضل صاحب سے بھی کہیں زیادہ غضب ڈھایا ہوا ہے۔ ناظرین کی انصاف پسند اور حق جو طبیعتوں کے فیصلے کیلئے ہم اُس کو بھی درج کئے دیتے ہیں۔ اگرچہ نفس مضمون وہی ہے

جو ممتاز الافاضل نے تحریر فرمایا ہے لیکن عبارت کچھ ضرور زیادہ اور کچھ مختلف ہے۔ وھو ھذا
دفع المغالطہ۔ رسالہ شیعہ بابت ماہ اکتوبر میں چند مسائل وتخطی جناب سرکار شریعت مدار حضرت
صدر المحققین ادام اللہ ظلہم العالی علی رؤس الموالی جلد ۲ نمبر ۳۴،۳۳ بابت ماہ شعبان و رمضان المبارک
سے نقل کر کے طبع کئے گئے تھے جن میں ایک مسئلہ متعلق ملکۂ قرأت وکتابت جناب رسول خدا
وجناب امیر علیہما السلام کے بھی تھا اس مسئلہ میں سائل نے استفسار کیا تھا کہ یہ امر ہر ملت و
مذہب میں پایۂ تحقیق کو پہنچا ہوا ہے کہ جناب رسول خداؐ کے بعد کوئی دوسرا شخص مثل جناب امیرؑ عالم
وفاضل نہ تھا اور یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ جناب امیرؑ مثل جناب رسول خداؐ کے اُمی نہ تھے اور جب
آپ کا اُمی ہونا ثابت نہیں ہے تو ضرور آپ نے کسی دوسرے سے کسب علم کیا ہو گا پس نزدیک
حضرات علماء شیعہ مدظلہم کے کون شخص آپ کا اُستاد ہے اور اُس کا کیا نام ہے اور اس کا علم بھی
مثل آپ کے علم کے تھا یا معمولی کہ جس سے آپ نے ابتدا میں تھوڑا سا علم حاصل کیا ہو پھر تائید ربانی
سے علم کے اُس اعلےٰ درجے پر پہنچ گئے ہوں جو قوت انسانی سے باہر ہے مفصل ارشاد ہو۔ بینوا و
توجروا۔ اس سوال کے جواب میں حضرت صدر المحققین ادام اللہ ظلالہ علی رؤس المومنین نے
حسب ذیل جواب تحریر فرمایا تھا۔ عقیدۂ اہل حق یہ ہے کہ جناب رسالتمابؐ تمام علوم من اللہ تعالیٰ تھے اور جناب امیرؑ کو
تمام علوم من اللہ ومن الرسول صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ حاصل ہوئے اور ملکہ قرأت وکتابت جناب رسالتمابؐ کو بعد
بعثت من اللہ عطا ہوا اور جناب امیر کو یہ ملکہ ممکن ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا ہو اور ممکن ہے کہ من اللہ
عطا ہوا ہو اور اگرچہ اول اظہر ہے لیکن تصریح اس امر کی کہ یہ ملکہ اُن جناب نے کس سے تحصیل فرمایا
کتب تواریخ واحادیث میں نظر قاصر سے نہیں گذری واللہ اعلم۔
اس مسئلہ کا جو صاف اور صریح مطلب ہے اسے عوام تک سمجھ سکتے ہیں خواص کا کیا ذکر
ہے اور سمجھنے کے بعد کسی شیعہ کو اسکے تسلیم میں جائے کلام نہیں ہو سکتی ہے۔ (شیعہ جناب مفتی صاحب
کو نہ شیعۂ علی کو)
لیکن اس مسئلہ کو دیکھتے ہی پنجاب کے ایک سبزواری صاحب کو جو بقول اڈیٹر ناظم الہند پنجاب
کے نامور علماء سے ہیں لیکن مجتہد نہیں ہیں۔ خدا معلوم کس وجہ سے جوش آگیا اور بے غور و فکر
قلم اٹھا کر خوب ہی اپنے علم کی حقیقت کو ظاہر کیا اور ایک عجیب الخلقت مضمون تیار کر کے
دفتر ناظم الہند میں بغرض طبع ارسال فرمایا جناب اڈیٹر صاحب موصوف نے اس مضمون غرابت
مشحون کو مع اپنے اڈیٹوریل نوٹ کے ۲۸ نومبر کے ناظم الہند میں جگہ دیکر قوم کے سامنے پیش کر دیا

وازلسلہ بظاہر جناب اڈیٹر صاحب کا عقیدہ جناب معترض سے بھی زیادہ مستحکم تھا لہذا جناب اڈیٹر صاحب نے ایک ایسی پر تہذیب سرخی سے اس نوٹ کو شروع کیا ہے جس کی بابت وہ خود ہی انصاف سے جواب دے سکتے ہیں کہ باوجود اس دیرینہ عقیدت کے جو اُن کو جناب صدر المحققین سے ہے یہ سرخی اُن کو کہاں تک مناسب تھی اگرچہ جو سرخی انہوں نے قائم کی ہے درچو کفر از کعبہ برخیزد اسکے جواب میں ہم بھی الشتقاق اشد من الکفر کی لالہ قام سرخی قائم کر سکتے تھے مگر العوارف کا کام انتقام اور جواب ترکی بترکی نہیں ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اصل اعتراض کو متانت و تہذیب سے دفع کر کے اصل مسئلہ کی حکمت وخوبی آشکار کر دے اور درشت کلامی کا جواب دے

بدم گفتی وخورسندم تعالیٰ اللہ نکو گفتی

جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

تو ہم خود ہی فیصلے کر لیگی کہ صدر المحققین سے محقق کے کلام پر بے سمجھے بوجھے اعتراض کرتے ہوئے ایسے پر تہذیب الفاظ کا استعمال کہاں تک اُن کو زیبا تھا اس پُر تہذیب نوٹ میں جناب اڈیٹر صاحب اس پُر تہذیب سرخی کے بعد جناب معترض کی عامیانہ پیروی کرتے ہوئے جواب مذکور کو گھڑا ہوا اور مہمل وخلاف عقیدہ مذہب امامیہ تبلا کر جناب سرکار شریعت مدار کا جواب نہیں تسلیم کرتے اور شیعہ کو اسکے اثبات کا ذمہ وار ٹھہرا کر فرماتے ہیں "جب اس نے یہ ثابت کر دیا تو ہم مجبور ہونگے کہ اپنی اس دیرینہ عقیدت پر جو مولانائے موصوف سے رکھتے ہیں عنوان کا مصرعہ پڑھکر ندامت کے آنسوؤں کا پانی پھیر دیں۔ من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم۔ کہ بامن ہرچہ کرد آن آشنا کرد۔ مگر ہم افسوس کے ساتھ اڈیٹر صاحب کی اس رائے سے متفق نہیں ہو سکتے اور ایک جاہلانہ۔ اور معاندانہ اعتراض پر بنا کر کے اس جواب کو خلاف عقیدہ امامیہ تسلیم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ عقاید شیعہ تمام تر حکم قطعی عقل پر مبنی ہیں اور یہ جواب باصواب توعلاوہ مبانی عقلیہ قطعیہ کے نقل یقینی کے بھی مطابق ہے جیسا کہ ہم آئندہ چلکر ثابت کرینگے اور اس مقتدائے شیعہ کے قلم فیض رقم سے صادر ہوا ہے کہ جس کو حضرات علمائے عراق ادام اللہ ظلالھم مجتہد جامع الشرائط ومحقق مسلم تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ اور طریقہ اس امر کے اثبات کا کہ یہ جواب جناب سرکار موصوف ہی کے قلم ہدایت رقم سے صادر ہوا ہے اس سے بہتر

متصور نہیں ہو سکتا کہ یا ہم سرکار موصوف کا دستخطی مسئلہ آپ کی خدمت میں روانہ کر دیں یا آپ خود جناب سرکار موصوف سے تحریراً دریافت فرمالیں۔ ہر چند کہ دیرینہ عقیدت کا مقتضا تو پہلے بھی یہی تھا کہ جناب موصوف سے استفسار کرنے کے قبل کوئی رائے قائم نہ کی جاتی اور اگر یہ عقیدت کچھ سمجھ بوجھکر قایم کی گئی تھی تو اس قدر جلد بے غور و فکر ایک ایسے اعتراض پر بنا کر کے جس کا منشاء سراسر نافہمی ہے اسکے زایل کرنے پر آمادگی ظاہر نہ کی جاتی۔

بہرحال اعتراض کر دینا تو ایک آسان امر ہے لیکن "فہم و انصاف کار دیگر است"

مگر خیر اب بھی وقت باقی ہے اور باب توبہ و انابت مفتوح ہے اگر درگاہ خدا میں توبہ کی جائے اور اس عقیدت راسخہ کے خلاف ورزی پر اشک ندامت بہا کر اور نامۂ اعمال کی شست و شو کر کے پھر اوس کعبۂ اسلام کو جسے خداوند عالم نے قبلۂ انام قرار دیا ہے معدن ایمان و اسلام سمجھکر اس کی جانب سر نیاز خم کیا جائے تو رحمت خداوندی سے یقین ہے کہ وہ اس توبہ کو ضرور قبول کر لیگا۔

لیکن۔ زمانہ کی معمولی رفتار ہم کو اس خیال کے قریب آنے نہیں دیتی اور وہ حالت جو تیرہ سو برس سے اسلام میں مشاہدہ ہو رہی ہے وہ کبھی اس خیال کو یقین کے درجہ تک نہیں پہنچنے دیتی کیونکہ صدر اسلام سے لیکر اس وقت تک جس قدر نقصانات ظہور پذیر ہوئے ان سب میں سب سے زیادہ حصہ لینے والے دوست نما دشمن ہی تھے جو ہمیشہ تخریب اسلام کے بانی ثابت ہوتے آئے کیا اس تفرقہ پردازی اور فرقہ بندی کے بانی وہ لوگ نہ تھے جو بظاہر اتحاد پر افتخار کیا کرتے تھے لیکن انہوں نے اسلام کو اس حد پر پہنچا دیا جس پر افسوس کرتے ہوئے ہم بھی اس شعر کے پڑھنے پر مجبور ہیں:۔

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

جناب اڈیٹر صاحب جناب معترض صاحب کو اگرچہ مجتہد تو نہیں لیکن پنجاب کا ایک نامور عالم ضرور تسلیم کرتے ہیں مگر ہم کو سخت افسوس ہے کہ ان نامور عالم نے اس مسئلہ کے مطلب واضح کو نہ سمجھا۔ اور جن امور کو پیش نظر رکھکر جناب سرکار شریعت مدار صدر المحققین ادام اللہ ظلالہ علی رؤس المومنین نے اس جواب کو تحریر فرمایا ہے ان تک پہنچنے کی کوشش نہ کی جو لوگ بسبب اپنے جہل کے حدود مذہب کی شناخت سے عاجز اور مسائل مسلمہ

اور غیر مسلمہ میں تفرقہ نہیں کر سکتے وہ معفو ہیں لیکن ادعائے علم کے بعد ایسی غفلت سخت تعجب خیز ہے۔ جناب معترض صاحب مستفتی و مجیب دونوں کو دائرہ تشیع سے خارج اور اڈیٹر شیعہ پر غفلت کا الزام دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ کیا اڈیٹر کا یہی اعتقاد ہے کہ جناب رسول خدا کو ملکہ قرات و کتابت بعد بعثت عطا ہوا اور جناب امیر کو ممکن ہے کہ یہ ملکہ اکتسابا حاصل ہوا ہو مگر مجیب بے بصیرت کی نگاہ سے نہیں گذرا کہ حضرت امیر نے یہ ملکہ کس سے حاصل کیا پھر معلوم نہیں مجیب نے یہ امکان کہاں سے حاصل کیا۔"

ہم کہتے ہیں بیشک اڈیٹر شیعہ کا یہی اعتقاد ہے بلکہ تمام فرقہ شیعہ اسی اعتقاد کا پابند ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبل بعثت ملکہ قرات و کتابت حاصل نہ تھا اور بعد بعثت من اللہ عطا ہوا۔ کیونکہ اگر قبل بعثت جناب رسول خدا کو یہ ملکہ حاصل ہوتا تو قرآن مجید آپ کا بین اعجاز قرار نہ پاسکتا اور مبطلین کو اس کلام کا موقع مل جاتا کہ وہ اس قرآن کو دوسری کتب سے ماخوذ و مجموع کہہ سکتے جیسا کہ جناب اقدس الٰہی عزاسمہ سورہ عنکبوت کی ۴۸ آیت میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون۔ یعنی اے حبیب ہمارے تم نہ تلاوت کرتے تھے قبل نزول قرآن کے کسی کتاب کی اور نہ لکھ سکتے تھے (غلط ترجمہ وافتراء محض) اپنے داہنے ہاتھ سے اسواسطے کہ اگر ایسا ہوتا تو مبطلین کو ارتیاب کا موقع مل جاتا۔ علامہ طبرسی علیہ الرحمۃ مجمع البیان میں اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں والمعنی انک لم تحسن القرأۃ قبل ان یوحی الیک بالقرآن ولا تخطہ بیمینک معناہ وما کنت انت ایضا تکتبہ بیدک اذا لارتاب المبطلون طریقا الی اکتساب الشک فی امرک والقاء الریبۃ لضعفۃ الناس فی نبوتک ولقالوا انما یقرء علینا ما جمعہ من کتب الاولین فلما ساواھم فی المولد والمنشاء ثم اتی بما عجزوا عنہ وجب ان یعلموا انہ من عند اللہ تعالیٰ ولیس من عندک اذلم تجر العادۃ ان ینشاء الانسان بین قوم یشاھدون احوالہ من صغرہ الی کبرہ ویرونہ فی حضرہ وسفرہ لا یتعلم شیئا من غیرہ ثم یاتی من عندہ بشیء یعجز الکل عنہ وعن بعضہ ویقرء علیہم اقاصیص الاولین۔ یعنی معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ اے حبیب ہمارے تم قرات نہ کر سکتے تھے قبل اسکے کہ تمہاری طرف قرآن وحی کیا جائے اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے معنی اسکے یہ ہیں کہ تم اے حبیب

اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے بھی نہ تھے اسواسطے کہ اگر ایسا ہوتا تو لوگ شک میں پڑ جاتے یعنی اگر
تم کسی کتاب کی قرآت کرتے ہوتے یا اس کو لکھ سکتے تو مبطلین ایک راہ شک کرنے کی آپ کے
امر نبوت میں اور شک ڈالنے کی ضعیف الاعتقاد لوگوں کے دلوں میں آپ کی نبوت میں پا
جاتے اور ضرور کہتے کہ محمدؐ تو ہمارے سامنے انہی چیزوں کو پڑھتے ہیں جو انہوں نے کتب اولین
سے جمع کی ہیں مگر جب تم مولد و منشاء میں انکے برابر رہے یعنی جس سرزمین میں وہ پیدا ہوئے
تھے وہیں تم بھی پیدا ہوئے اور جہاں اور جس طرح ان کی نشوونما ہوئی وہیں تمہاری بھی نشوونما
ہوئی اور پھر تم ایسی چیز انکے سامنے لیکر آئے جس سے وہ عاجز ہوگئے تو واجب ہوا کہ وہ لوگ
اس امر کو جانیں کہ وہ خدا ہی کی طرف سے ہے اور تمہاری جانب سے نہیں ہے اسواسطے
کہ یہ امر خلاف عادت ہے کہ انسان درمیان کسی قوم کے نشوونما پائے اور وہ لوگ اسکے احوال
کو بچپنے سے اسکے بڑے ہوتے تک مشاہدہ کرتے رہیں اور سفر و حضر میں دیکھتے رہیں کہ وہ کوئی
شے کسی غیر سے حاصل نہیں کرتا اور پھر وہ از خود کوئی ایسی شے لیکر آئے کہ تمام لوگ جس کے کل
اور بعض سے عاجز آجائیں اور وہ اگلے لوگوں کے قصے ان کے سامنے بیان کردے۔ اور
جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی آیت اسی امر پر دال ہے کہ جناب رسول خدا کو
قبل بعثت ملکہ قرأت و کتابت حاصل نہ تھا چنانچہ جناب علامہ طبرسی علیہ الرحمہ عبارت مذکور
کے بعد ہی تحریر فرماتے ہیں۔ قال الشریف المرتضیٰ علم الہدیٰ قدس روحہ ھذہ الآیۃ تدل
علی ان النبی ما کان یحسن الکتابۃ قبل النبوۃ فاما بعد النبوۃ فالذی نعتقدہ
فی ذالک التجویز لکونہ عالماً بالکتابۃ والقراءۃ والتجویز لکونہ غیر عالم من
غیر قطع علی احد الامرین وظاھر الآیۃ یقتضی ان النفی قد تعلق
بما قبل النبوۃ دون ما بعدھا ولان التعلیل فی الآیۃ یقتضی
اختصاص النفی بما قبل النبوۃ لان المبطلین یرتابون فی نبوتہ
لو کان یحسن الکتابۃ قبل النبوۃ فاما بعد النبوۃ فلا تعلق لہ
بالریبۃ والتھمۃ فیجوز ان یکون تعلمھا من جبرئیل بعد النبوۃ
یعنی کہا شریف اجل مرتضیٰ علم الہدیٰ قدس اللہ روحہ نے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے اس
امر پر کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل بعثت کے کتابت نہ کرسکتے تھے لیکن بعد نبوت جیسا ہمارا
اعتقاد اس باب میں یہ ہے کہ جائز ہے کہ وہ جناب قرأت و کتابت دونوں کے عالم ہوں اور

جائز ہے کہ دونو کے عالم نہ ہوں اور ان دونو امروں میں سے کسی ایک امر پر ہم کو قطع ویقین نہیں ہے اور ظاہر آیت کا مقتضا یہ ہے کہ نفی ماقبل نبوت سے متعلق ہے نہ بعد نبوت سے اور اسواسطے کہ بیان علت کا آیت مذکورہ میں مقتضی ہے اختصاص نفی کا ماقبل نبوت کے اسواسطے کہ مبطلین اس وقت حضرت کی نبوت میں شک کر سکتے تھے۔ جب وہ جناب قبل نبوت کے قرآت وکتابت کر سکتے لیکن بعد نبوت کے پس کوئی تعلق اسکو شک اور تہمت سے نہیں ہے پس جائز ہے کہ اس کو حضرت نے جبرئیل سے بعد نبوت حاصل کیا ہو۔

اس قول میں جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے بعد بعثت قرأت وکتابت کے جاننے اور نہ جاننے دونو کو مساوی فرمایا ہے نہ یہ بھی جائز ہے جناب رسول قرأت وکتابت دونو کے عالم ہوں اور یہ بھی جائز ہے کہ دونو کے عالم نہ ہوں اور در صورت اولیٰ چونکہ بعد بعثت بواسطہ کسی بشر کے تعلیم کتابت انکے نزدیک خلاف شان نبوت تھا لہٰذا انھوں نے اسی احتمالی عنوان سے فرمایا ہے کہ آنحضرت نے جبرئیل سے اخذ کتابت کیا ہو۔ اور چونکہ جناب سرکار شریعت مدار صدر المحققین ادام اللہ ظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین کے نزدیک حتماً ثابت تھا کہ بعد بعثت جناب رسول خدا کو ملکہ قرأت وکتابت ضرور حاصل ہوا اور جبرئیل خود اس خاندان کے متعلم وآخذ تھے۔ لہٰذا قول مختار سرکار موصوف کا یہ ہوا کہ یہ ملکہ بھی حضرت کو من اللہ عطا ہوا اور جبرئیل سے حضرت نے اخذ نہیں کیا۔ اور اس مختار سرکار موصوف کی اولٰہ بہت سی احادیث ہیں جو مجموع من حیث المجموع تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور جناب سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ کا حتم نہ کرنا شائد اس بنا پر ہو کہ وہ احادیث جن سے جناب صدر المحققین نے تمسک کر کے اس ملکہ کو حتماً حاصل ہونا تسلیم کیا ہے ان کی نظر میں احادیث احاد ہوں اور یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ جناب علم الہدیٰ احادیث آحاد سے تمسک نہیں فرماتے۔ لیکن چونکہ جناب صدر المحققین کی نظر میں وہ احادیث آحاد نہ تھے لہٰذا جناب ممدوح نے ان احادیث کی بنا پر اس قول کو حتماً اختیار کیا۔

بہرحال قبل نبوت آنحضرت کا ملکہ قرأت وکتابت نہ رکھنا مسلم ہے۔ لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ جو امر بنا بر حکمت حکیم علی الاطلاق کے اسکے کلام پاک میں براہین نبوت اور مؤیدات اعجاز سے قرار دیا گیا ہو۔ وہ پنجابی عالم کے نزدیک منافی نبوت ٹھیرے اور قائل اس کا دائرہ اہل تشیع سے خارج سمجھا جائے۔

ناظرین باانصاف آیت مذکورہ سے قطع نظر کر کے خوب غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ اگر

آنحضرتؐ قبل نبوت ملکہ قرأت وکتابت رکھتے ہوتے تو کتب سابقین سے انتخابُ التقاط
کا احتمال قلوب کفار میں نمودار بلکہ جاگزین ہو سکتا تھا یا نہیں؟
اور بعد نہ ہونے ملکہ قرأت وکتابت دونو کے ایسی کتاب معجز کا لانا اور اخبار سلف کا
بیان کرنا تائیدات غیبی اور وحی الٰہی اور نبوت رسالت پناہی پر دال ہے یا نہیں؟ -
پس چونکہ علم قرأت وکتابت جاننے کی حالت میں آنحضرتؐ کا دعوےٰ نبوت کرنا
اور قرآن مجید کو پیش کرنا مبطلین کو شک وریب میں ڈال سکتا تھا اور تبیین احکام وشرائع وقصص
سابقین اور ثبوت نبوت کے بعد اس شک وریب کا کوئی موقع نہ تھا اس وجہ سے خداوندعالم
نے قبل نبوت حضرتؐ کو تعلیم قرأت وکتابت نہیں فرمائی اور بعد نبوت یہ ملکہ بھی حضرت کو عطا
فرمایا کہ مواقع ضرورت پر ہمارا حبیب کسی کا محتاج نہ رہے - لیکن افسوس کہ ہمارے پنجابی عالم
نے نہ آیت مذکورہ پر نظر فرمائی اور نہ کلمات علامہ طبرسی وعلم الہدیٰ رحمہما اللہ کو ملاحظہ کیا اور نہ وجہ
کمال واعجاز کی طرف توجہ کی اور بے غور وفکر کے ایک ایسا اعتراض کردیا کہ جو خود ان کی عدم فضیلت
کی روشن دلیل ہے اور مزید براں مدعی ہوئے کہ جو ہمارے عقیدے پر نہ ہو وہ خارج از مذہب ہے
حالانکہ علماء کاملین اور مقتدایان مقبولین کے کلمات سے جو آیت مذکورہ کی تفسیر میں واقع ہوئے
ہیں کالشمس فی رابعۃ النہار ظاہر وآشکار ہے کہ جناب ختم المرسلین کو مصلحت خاصہ مذکورہ
کی وجہ سے قبل نبوت تعلیم قرأت وکتابت نہیں کی گئی اور بعد ملاحظہ مضمون آیت موبوہ ومطالعہ
کلمات مذکورہ یہ امر حتمی وقطعی ہو جاتا ہے جسکے خلاف پر اعتقاد رکھنا نہ محض مخالفت علماء علیین
ہے بلکہ مخالفت خدائے منان مستلزم وھن قرآن بھی ہے - اعاذنا اللہ من ذالک - حالانکہ اگر
صرف مخالفت علماء ہی کو دیکھا چاہیئے تو وہ ہی خطرناک ہے کیونکہ یہ علماء کاملین مذہب امامیہ
میں جس وقعت وبزرگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں ہے خصوصاً جناب
علم الہدیٰ جو آفتاب آسمان علوم دینیہ ہیں مگر افسوس کہ پنجاب کے ان نامور عالم کے فتوے کے
موافق وہ بزرگ بھی مذہب امامیہ سے خارج ہوئے جاتے ہیں اسواسطے کہ وہ تو بعد بعثت
بھی علم قرأت وکتابت کو حتمی قرار نہیں دیتے بلکہ احتمالاً ممکن قرار دیتے ہیں جیسا کہ اُن کی عبارت
سے جو ابھی مذکور ہوئی ظاہر و باہر ہے اور سبب اس کا یہی ہے کہ ملکہ قرأت وکتابت کوئی
ایسی چیز نہیں ہے جس کا لزوم تبلیغ رسالت میں محقق ہو لہٰذا ثبوت اس کا سمعی ہوگا نہ عقلی
مگر افسوس کہ پنجاب کے نامور عالم نے بے غور وفکر حضرت صدر المحققین ناصر الملۃ والدین اسد اللہ

ظلہ علی رؤس المومنین پر باوجود اس امر کے کہ جناب موصوف حصول قرأت وکتابت کو بعد بعثت حتمی قرار دے رہے ہیں ایسا اعتراض کر دیا کہ جس کا پیش ہونا ایک معمولی شخص کی طرف سے بھی سخت تعجب خیز ہے۔ پنجاب کے نامور عالم تو جناب صدر المحققین ہی کی تحقیق انیق کو دائرہ تشیع سے معاذ اللہ خارج کر دینے پر مستعد ہیں لیکن اُن کو یہ خبر نہیں کہ جناب علم الہدیٰ تو بعد بعثت بھی قرآت وکتابت کو حتمی نہیں جانتے۔ پس پنجاب کے نامور عالم کی نظر میں جب انکار قرأت وکتابت قبل بعثت موجب خروج از تشیع ہے تو بعد بعثت تو یقیناً موجب خروج از اسلام ہوگا۔

اب جناب امیر علیہ السلام کی بہ نسبت جو کچھ جناب سرکار شریعت مدار صدر المحققین ادام اللہ ظلہ علی رؤس المومنین نے تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کو تمام علوم من اللہ و من الرسول حاصل ہوئے اور ملکہ قرآت وکتابت ان جناب کو ممکن ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا ہو اور ممکن ہے کہ من اللہ حاصل ہوا ہو اور یہ افادہ سراسر بجا و درست ہے۔ اس افادے کی شق ثانی یعنی ملکہ قرآت وکتابت کا من اللہ ہوتا یہ تو بالکل ہی جائے کلام نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے حضرت معترض نے اس کو ذکر تک نہیں کیا اور دیدہ و دانستہ اس کو مخفی رکھا تاکہ عوام کو وہ اپنے زعم کے موافق حضرت صدر المحققین مدظلہ سے برگشتہ کر سکیں باقی وہی شق اول یعنی ملکہ قرآت وکتابت کا اکتساباً حاصل ہونا پس یہ بھی کسی شخص با فہم و عقل کے نزدیک محل کلام نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے یہ ملکہ اپنے سلسلے کے علاوہ کسی غیر شخص سے حاصل کیا ہو بلکہ مراد اس اکتساب سے وہ اکتساب ہے جو اپنے ہی سلسلے سے ہوا ہو مثلاً رسالت مآب سے یا جناب ابوطالب سے کہ وہ بھی حضرت ابراہیمؑ کے اوصیاء سے تھے۔ اور چونکہ تصریح اس امر کی کہ یہ ملکہ حضرت نے ان دونوں بزرگواروں میں سے کس بزرگوار سے حاصل کیا کتب احادیث میں موجود نہیں ہے لہذا جناب سرکار موصوف نے صاف صاف تحریر فرمایا کہ تصریح اس کی نظر قاصر سے نہیں گذری۔ مگر پنجاب کے عالم نامور و بابصیرت کو یہ امر خدا جانے کیوں عجیب و غریب معلوم ہوا جس کی وجہ سے وہ از راہ جسارت مجیب بے بصیرت کا لفظ استعمال کر کے یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "پھر معلوم نہیں مجیب نے یہ امکان کہاں سے حاصل کیا"۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ امکان امکان عقلی ہے کیونکہ جب علم ذاتی خداوند عالم سے مخصوص ہے تو ضرور ہے کہ مخلوق کا علم یا من اللہ ہو یا مکتسب کسی مخلوق سے ہو اور

اور چونکہ تصریح اس امر کی کہ یہ ملکہ حضرت نے کس سے حاصل کیا کتب احادیث و تواریخ میں موجود نہیں ہے لہذا ممکن ہے اکتساباً حاصل ہوا ہو اور ممکن ہے کہ جناب رسول خدا کی طرح جناب امیر کو بھی یہ ملکہ من اللہ حاصل ہوا ہو ادنی توجہ کر کے فرمایئے عند العقل دونو امر ممکن ہیں یا ممکن نہیں ہیں اس مقام پر ناظرین سے التماس ہے۔ برائے خدا آپ انصاف سے فرمائیں کہ بے بصیرت کون شخص قرار پاتا ہے وہ محقق کہ جس نے ازراہ تحقیق دونو شقوں پر غور کر کے ہر ایک کو محتمل اور ممکن قرار دیا یا اور ایک کو راجح قرار دیا وہ یا وہ معترض بے سواد کہ جس کو ہنوز اکتساب کی اعلیٰ صورتیں معلوم نہیں اور جسکے ذہن جامد میں اکتساب کے معنی سوائے اسکے نہیں ہیں کہ آدمی مکتب میں بیٹھ کر کسی ملا سے مکتب کی مار کھا کر لکھنا پڑھنا سیکھے۔ اب رہا لفظ اظہر جس پر معترض بابصیرت کو بہت ہی ظرافت سوجھی ہے اور تحریر فرماتے ہیں کہ "لفظ اظہر سے البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجیب نے فقہ پڑھا ہوا ہے مگر اس کو معلوم نہیں کہ لفظ اظہر فروع میں استعمال ہوتا ہے یا اصول میں" تو یہ امر ظاہر ہے کہ وہ ایک لفظ معروف ہے جو بمقام اظہار رجحان احد الشقین اقلام علماء سے برابر صادر ہوتا ہے لیکن کلام علماء میں کہیں اس کی ممانعت نہیں پائی جاتی کہ سوائے فروعی مسائل کے اصولی مسائل میں اس کا استعمال نہ کیا جائے۔ جب تک حضرت معترض اس کا مسائل اصول میں مستعمل ہونا ممنوع و محظور ثابت نہ فرمائیں اسکے استعمال کی اباحت علی حالھا باقی رہیگی۔

بہرحال اس مقام تک تو جناب معترض صاحب کا کلام مجمل تھا اور صاف انہوں نے اپنے عقیدے کو ظاہر نہ کیا تھا لیکن اب اپنا عقیدہ بھی صاف صاف ظاہر فرمائے دیتے ہیں اور تحریر کرتے ہیں "غرض اخیر کا جواب فرقہ حقہ شیعہ کے بالکل خلاف ہے کیونکہ فرقہ حقہ کا انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ وہ قبل از بعثت بلکہ قبل از ولادت تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں جس پر قرآن مجید کی کئی سو آیات بعیدہ شاہد ہیں ہم کہتے ہیں کہ جواب مبحوث عنہ کا بالتمام موافق عقیدۂ فرقہ حقہ امامیہ ہونا تو ہم پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں اب رہا یہ اعتقاد جس کو جناب معترض صاحب نے پیش کیا ہے یہ بوجوہ قابل غور ہے۔ **اوّل** یہ کہ اگر مراد اس قول سے کہ انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام قبل از بعثت بلکہ قبل از ولادت تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں یہ ہے بالاصالت ان میں یہ کمالات پائے جاتے ہیں اور یہ کہ وہ دنیا میں آکر کسی حالت میں کسی شخص سے کسی قسم کا اخذ و اکتساب نہیں کرتے۔ تو یہ قول ان کے علم کو علم ذاتی کی حد تک پہنچائے دیتا ہے

اور لازم آتا ہے کہ پھر ان کو تعلیمات الہیہ اور افاضات ربانیہ سے بھی استغناء ہو جائے اور بعض انبیاء کا بعض انبیاء سے خصوصاً اور تمامی اوصیاء کا اپنے انبیاء سے عموماً اخذ و تعلیم کرنا جو نصوص متواترہ و آیات قرآنیہ سے بخوبی ظاہر و آشکار ہے باطل ہو جائے۔ حالانکہ حضرات انبیاء کا زیادت علم و افاضہ معارف کی درگاہ خدا میں دعا کرتے رہنا اور بعض انبیاء کا مثل حضرت عیسیٰ بعض انبیاء سے مثل حضرت خضرؑ کے اخذ و تعلیم کرنا نصوص قرآنیہ سے ثابت و واضح ہے اور اوصیاء انبیاء میں تو یہ امر اس قدر یقینی ہے کہ کسی کو اس سے مجال انکار نہیں ہو سکتی جیسا کہ امیر المومنین کے ان اقوال سے جن میں حضرت نے اپنے تعلم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کا اعتراف فرمایا ہے اور نیز قصص امم سابقہ کے ملاحظہ سے بخوبی ظاہر و آشکار رہتے اور ہم ان کو معترض نا بصیرت کی بصارت کے بھروسے پر ترک کئے دیتے ہیں:-

دوسرے یہ کہ اگر مراد اس قول سے یہ ہے کہ تمام افراد انبیاء اور اوصیاء ہر طرح کے کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں اور ایک میں بہ نسبت دوسرے کے کسی طرح کی کمی نہیں ہوتی تو اس اعتقاد سے کسی میں فاضل و مفضل کا تفرقہ باقی نہ رہیگا اور جب تمام کمالات ظاہری و باطنی سے ان کا یکساں مکمل ہونا لازم سمجھ لینگے تو پھر اگر کسی نبی یا امام میں کسی چیز کا اضافہ تسلیم کیا جائیگا تو دوسرے میں نقص لازم آئیگا۔ حالانکہ ذوات مقدسہ انبیاء و اوصیاء نقائص و معائب سے منزہ و مبرا ہیں۔ تیسرے یہ کہ اگر مراد اس کلام سے یہ ہے کہ وہ خلقۃً تمامی کمالات سے اس طرح مکمل مخلوق ہوتے ہیں کہ بشریت کے آثار ان میں مطلقاً موجود ہی نہیں ہوتے۔ تو انکی خلقت ہی نوع بشر سے علیحدہ فرض کی جائے گی اور اعجاز کوئی چیز نہ رہیگا اسواسطے کہ اعجاز تو یہی ہے کہ باوجود بشریت ان سے ایسا امر خارق عادت ظہور میں آئے جس سے اور بشر عاجز ہوں اسی وجہ سے ہر عاقل یہ تسلیم کرتا ہے کہ باوصف اعلائے کمال نفس و صفائے طینت و نورانیت باہرہ یہ حضرات بحیثیت بشریت اسی خلقت و فطرت پر مخلوق و مفطور ہوتے ہیں جو عموماً نوع بشر کی ہے اور امور خارق عادت جو ان حضرات سے ظاہر ہوتے ہیں وہ نتیجہ ان فیوض نامتناہیہ الہیہ کا ہے جو ان حضرات کو عالم انوار میں ملے اور اس عالم میں بھی علی الاتصال ملتے رہتے ہیں۔ بالجملہ تحقیق مقام یہ ہے کہ انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام قبل از بعثت بلکہ قبل از ولادت بحیثیت نورانیت خلقت و اضافہ جناب احدیت ان کمالات سے جو باعتبار اپنی نبوت و وصایت خاصہ کے لازمی ہیں مکمل ہوتے ہیں لیکن بشری حیثیت سے بعض ملکات کا ان میں بالفعل

موجود نہ ہونا یا بعض ازمنہ محدودتک نہ پایا جانا کچھ انکے کمال کا منافی نہیں ہے - بلکہ بعض احیان
میں بعض ملکات کا موجود نہ ہونا اور وقت ضرورت بطور خارق عادت کے انکا ظاہر ہونا انکی حقیت
کا مثبت ہوجاتا ہے جیسا کہ اکثر حضرات ائمہ کے معجزات میں مثل حضرت امام محمد تقی اور حضرت حجۃ اللہ
المنتظر کے مذکور و مسطور ہے اور انکی تفصیل کا یہ محل نہیں ہے - اسی طرح اگر بعض انبیاء میں جو
بہ نسبت اور انبیاء کے مفضول ہیں یا بعض اوصیاء میں جو بہ نسبت دوسرے اوصیاء کے مرجوح ہیں
بعض کمالات و معجزات جو اصل نبوت یا وصایت کے لئے ضروری نہیں یا بالخصوص انکی نبوت یا وصایت
کیلئے ضروری نہیں ہیں نہ پائے جائیں تو کوئی محل تعجب نہیں بلکہ ایسا ہونا بلحاظ افضلیت انبیاء و اوصیاء
اجمعین ضروری ہے - کوئی عاقل اس کا منکر نہیں ہو سکتا کہ حضرت انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کمالات
ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں لیکن نہ علی سبیل الاطلاق والتعمیم بلکہ مراد ان کمالات سے وہ
کمالات ہیں جو باعتبار انکی نبوت خاصہ یا وصایت خاصہ کے ان میں لازم اور کمال عبودیت کے لحاظ
سے ان میں ضروری ہوں نہ وہ کمالات جو باعتبار انکی ذوات اور انکی نبوت خاصہ کے انکے لئے
ناممکن یا غیر لازمی ہوں فرقہ حقہ کے علماء ذوات مقدسہ انبیاء و اوصیاء کو باعتبار ان کے
کمالات کے ضرور کامل بلکہ اکمل اور افضل نوع بشر بلکہ ملائکہ سے بہتر اور معصوم کامل العصمت جانتے ہیں
مگر اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ آثار بشری سے بالکل خارج ہو گئے - ان میں دو نو جہتیں نورانیت
و بشریت کی موجود ہیں - نورانی حیثیت سے جیسا کہ مذکور ہوا وہ تمام کمالات جو اُن کی نبوت و
امامت سے متعلق ہوں جامع ہیں لیکن بشری حیثیت سے بعض ملکات کا بذریعہ حواس ظاہری
کے حاصل کرنا اپنے سلسلے سے کچھ ان کی شان کے منافی نہیں ہے - کیونکہ بشری حیثیت سے
احتیاج اخذ و تعلم ان سے مفقود نہیں ہوتی - حضرت موسیٰ علی نبینا و آلہ و علیہ السلام نبی اولوالعزم
تھے اور اپنی نبوت خاصہ کے جملہ کمالات کے جامع تھے لیکن بعض علوم میں وہ تعلیم خضرؑ کے محتاج
تھے پھر کیا یہ احتیاج اور یہ تعلیم انکے لئے کسی منقصت کا باعث ہو سکتا ہے یا انکی نبوت میں کچھ قدح
پیدا کر سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں - امیر المومنین علیہ السلام نے بعد ولادت سارا قرآن پڑھ دیا تھا
لیکن بشری حیثیت سے احتیاج اخذ و تعلیم ان سے مفقود نہ ہوئی تھی - چنانچہ وہ جناب ارشاد
فرماتے ہیں کہ کوئی آیت صبح و شام نازل نہ ہوتی تھی مگر یہ کہ جناب رسول خدا مجھکو لکھوا دیتے تھے پس معلوم ہوا
کہ بواسطہ حواس ظاہری ان حضرات کو ضرورت تعلیم و تعلم کی ہوتی تھی اگرچہ اپنے ہی سلسلے سے کیوں نہ ہو
اور نورانی حیثیت سے کامل و مکمل ہونا مستلزم اسکا نہیں ہے کہ ظاہری حواس کے ذریعہ سے انکو کسی شے کی تعلیم

نہ دی جائے ہاں یہ امر البتہ ضروری ہے کہ یہ تعلیم و تعلم اپنے ہی سلسلہ سے ہو شخص غیر کے ذریعہ سے نہ ہوتا کہ نبی یا امام پر حق تعلیم غیر کا ثابت نہ ہو جائے۔ حالانکہ بعض کتب میں مثل مدینۃ المعاجز وغیرہ کے ایسی روایتیں بھی پائی جاتی ہیں کہ جن سے حضرات ائمہ معصومین کا غیروں سے بھی اخذ و تعلم کرنا بشری حیثیت کی راہ سے مستفاد ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم ان روایات پر اس دلیل عقلی کے مقابلہ میں مطلقاً اعتناء نہیں کر سکتے۔

بالجملہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قبل بعثت ملکہ قرأت و کتابت کا نہ ہونا بغرض ظہور اعجاز بلحاظ نص قرآنی ضروری ہے۔ اور جناب امیرؑ کو بشری حیثیت سے ملکہ قرأت و کتابت کا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا جناب ابو طالب علیہ السلام سے حاصل کرنا کسی طرح منافی عقیدۂ حقہ نہیں۔ افسوس کہ جناب معترض صاحب بغیر ملاحظہ اطراف و جوانب کئی سو آیات بعیدہ کو اپنے دعوے کا شاہد قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں دیکھو سورہ مبارکہ مریم جناب عیسٰی علیہ السلام پیدا ہوتے ہی فرماتے ہیں "انی عبد اللہ اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا این ما کنت واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا" حالانکہ امر مبحوث عنہ ملکہ قرأت و کتابت ہے اور اس آیہ مبارکہ کو اس سے کوئی ربط نہیں اسواسطے کہ مراد کتاب سے آیات و مضامین انجیل ہیں جو ان کو خدا نے تعلیم دیئے تھے اور جو ان کو محفوظ تھے لیکن ملکہ قرأت حروف و نقوش کتاب سے اس کو کیا واسطہ ہے ایتاء کتاب اور شئے ہے اور تعلیم حروف و نقوش جس سے آدمی لکھی ہوئی کتاب پڑھ سکے اور شئے ہے ہمارے عالم پنجاب کو ذرا سمجھ سے کام لینا چاہیئے تھا اور غور کرنا چاہیئے کہ اگر حضرت عیسٰیؑ لکھی لکھائی ہوئی انجیل بھی لیکر زینت بخش گہوارہ ہوتے اور آتانی الکتاب فرماتے جب بھی محض اس کلام سے یہ پیدا نہ ہوتا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ملکہ قرأت و کتابت مکتوب اس وقت حاصل تھا بلکہ اگر لکھی ہوئی انجیل ان کے پہلو میں بند رکھی ہوئی ہوتی اور حضرت عیسٰے علیہ السلام آتانی الکتاب کہہ کر تمام انجیل گہوارہ میں زبانی پڑھ جاتے جب بھی یہ امر ثابت نہ ہوتا کہ حضرت عیسٰے کو ملکہ قرأت انجیل مکتوب حاصل ہے ہاں اگر انجیل مکتوب کو دیکھکر اور اسکی ورق گردانی کر کے پڑھتے تو ہو سکتا تھا کہ کہیں ان کو ملکہ قرأت کتاب مکتوب حاصل ہے لیکن جب بھی جملہ آتانی الکتاب کسی طرح دلیل اس مطلب کی نہ ہونا۔ غالباً ہمارے عالم پنجاب ابھی اتنے بھی تمیز نہیں ہیں کہ انکو قرأت کے مندا دل دونوں معنی معلوم ہوں۔ اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ قرأت جس میں نطق و تکلم اور ہے اور وہ قرأت جو بعد نطق و تکلم صرف

اوراک حروف ونقوش سے ہوتی ہے وہ اور ہے حالانکہ ان دونوں کے فرق کو صبیان تک جانتے ہیں
اور مزید ثبوت ہمارے عالم پنجاب کے اس عدم تفرقہ کا آئندہ کا احتجاج ہے جو وہ عبارت جلاء العیون
سے پیش کرنے والے ہیں آیہ آتانی الکتاب کے متعلق صیغہ ہائے ماضی سے استدلال ہمارے با بصیرت عالم
پنجاب نے فرمایا ہے وہ بھی قابل دید ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ تمام الفاظ بصیغہ ماضی ارشاد ہوئے ہیں جن سے
ثابت ہوتا ہے کہ قبل از ولادت یہ تمام مراتب عطا ہو چکے تھے حالانکہ کتاب آپ پر ۲۱ سال بعد نازل ہوئی
صدر اسلام سے اس وقت تک جتنے مفسرین گذرے ہیں کسی نے یہ با آب وتاب استدلال نہیں فرمایا
اور کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ صیغہ ہائے ماضی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبل از ولادت یہ تمام مراتب عطا ہو چکے
تھے زیادہ سے زیادہ جو جمہور مفسرین نے ثابت کیا ہے وہ یہ ہے کہ بعد الولادۃ اور قبل تکلم ان مراتب کا وجود
حضرت عیسٰےؑ میں محقق تھا اور بعض نے تو آتانی کو سیوتینی کے معنوں میں لیا ہے جیسا کہ مجمع البیان
میں مرقوم ہے وقیل معناہ انی عبداللہ سیوتینی الکتاب وسیجعلنی نبیًا ما سوا اسکے اس کلام مختصر عالم پنجاب
میں جو تھافت ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں اور اسکی تاویل مذاق عالم مذکور پر ناممکن ہے اور یہ ارشاد
جناب معترض کا۔ جب عیسٰےؑ کا یہ حال ہے تو خاتم الانبیاء اور سید الانبیاء کی نسبت کون اعتقاد کر سکتا
ہے کہ ان کو ملکہ قرأت وکتابت بعد بعثت حاصل ہوا ہو (حالانکہ خود آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں۔
کنت نبیًا وآدم بین الماء والطین ؐ) اور نفس رسول نے بھی یہ ملکہ کسی سے حاصل کیا ہو۔
سب سے زیادہ تعجب خیز ہے (اسلئے کہ جناب رسالت مآب کی افضلیت اور اس حدیث کی
صحت تو یقیناً امور مسلمہ سے ہے لیکن آپ کو اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے جناب رسالت مآب کا
نبی ہونا ایسی حالت میں کہ جب حضرت آدم درمیان آب وگل تھے کیا اس کا مثبت ہو جائیگا کہ
جناب رسالت مآب کو اس عالم میں قبل بعثت ملکہ قرأت وکتابت حاصل تھا زیادہ سے زیادہ
مدلول اس حدیث کا یہ ہے کہ عالم انوار میں جب کہ آدم بین الماء والطین تھے اسوقت بھی آپ
نبی تھے یعنی اس عالم انوار میں نورانی حیثیت سے آپ تمامی کمالات نبوت سے مکمل تھے لیکن
ملکہ قرأت وکتابت کا اس عالم بشری میں قبل بعثت آپ کے لئے موجود ہونا اس سے ثابت
نہیں ہو سکتا۔ اور آپکا بحیثیت نورانیت تمامی کمالات سے مکمل ہونا محل انکار نہیں ہے۔ کلام تو
اس عالم بشریت میں اس ملکہ کے حصول میں ہے قبل بعثت بالفعل نہ بالقوۃ لیکن شاید کہ یہ عالم
نامور عالم نورانیت وعالم بشریت اور حصول بالقوۃ اور بالفعل کا استعداد ملکہ میں کوئی تفرقہ نہیں
فرما سکتے اب جناب ایڈیٹر کے ملکہ کا اکتسابی ہونا اسکی نسبت ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ مراد اس اکتساب سے

اکتساب عوام سے نہیں ہے کہ جس سے کوئی نقص شان امامت میں لازم آئے بلکہ مراد اس اکتساب سے وہی اکتساب ہے جو اپنے ہی سلسلے سے ہو جناب سالت مآب سے یا جناب ابوطالب سے کیونکہ علوم و معارف انبیاء اور اوصیاء یوں ہی سلسلہ بسلسلہ پہنچتے آئے ہیں۔

اب اسکے بعد جناب معترض صاحب کتب شیعہ کے اردو ترجمہ ہو جانیکے بعد بھی نظر مجیب کے ان مطالب تک نہ پہنچنے پر افسوس کرتے ہوئے ان روایات کی طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ جس میں جناب امیرؑ کا بعد ولادت خانہ رسول میں آکر رسول اللہ پر سلام کرنا اور سورۂ مومنون کا تلاوت کرنا اور اسی طرح ہر امام کا وقت ولادت اور حالت حمل میں آیات قرآنی کی تلاوت اور قرأت اور تسبیح کا ادا کرنا اور کٹے ہوئے سروں کا نیزوں کی نوکوں پر تلاوت قرآن کرنا مروی ہے گویا مطلب یہ ہے کہ جب حضرات ائمہ شکم مادر میں بحالت حمل اور فوراً بعد ولادت قرآن کی آیات کی تلاوت کر دیا کرتے تھے تو جناب رسول خدا کو بعد بعثت ملکہ قرأت و کتابت حاصل ہونا اور جناب امیرؑ کا اس ملکہ کو کسی شخص سے ولو وہ اپنے ہی سلسلے سے ہو اکتساب کرنا معترض کے نزدیک خلاف عقیدۂ امامیہ اور بڑے حیف کی بات ہے لیکن معترض بابصیرت نے اس امر کو خیال نہیں فرمایا کہ مراد قرأت و کتابت مبحوث عنہا سے اس عنوان کا پڑھ دینا نہیں ہے کیونکہ قرأت تو اسی نورانی حیثیت سے ہے جس کو خود ہم نے ابھی بیان کیا ہے اور یہ بیان جناب معترض کا مؤید نہیں بلکہ ہمارا مؤید ہے۔ علاوہ بریں مراد ہماری ملکہ قرأت سے وہ قرأت ہے جو کسی لکھی لکھائی کتاب کے نقوش و حروف کو دیکھکر واقع ہو اور اسی کو ہم قبل بعثت بلحاظ نص قرآنی نفی کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ ملکہ جناب سالت مآب کو بعد بعثت من اللہ عطا ہوا اور جناب امیر کو یہ ملکہ ممکن ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا ہو یعنی یہ ملکہ حضرت نے جناب سالت مآب سے یا حضرت ابوطالب سے حاصل کیا ہو اور ممکن ہے کہ مثل رسول اللہ حضرت کو بھی من اللہ عطا ہوا ہو اور یہ مطلب یعنی کتاب کے نقوش و حروف کو دیکھکر اسکا پڑھ دینا جو ہمارا مقصود و مطلوب اور مبحوث عنہ ہے وہ ان روایات سے پیدا نہیں ہو سکتا لیکن کیا عبرت کا مقام ہے کہ جو شخص اتنی بھی تمیز نہ رکھتا ہو کہ وہ مقتضائے محل و مقام کو دیکھکر مراد متکلم کو سمجھ سکے اور قرأت نقوش و حروف اور قرأت من قبل الغیب میں تفرقہ نہ کر سکے وہ اتنے بڑے محقق پر قلم اعتراض کو اٹھائے کہ جسکے بساط علم کے حاشیہ نشینوں کے احاطہ تحقیق تک بھی پہنچنا آسان نہ ہو بلکہ سخت عسیر و دشوار ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خادم الطلبہ اڈیٹر رضوی بحرینی

ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ ہم نے جناب ممتاز الافاضل عمدۃ الافاضل اور مولوی سید محمد قائم علی صاحب رضوی البحرینی اڈیٹر رسالہ العوارف کی عبارات بلفظہا تمام وکمال بے کم وکاست نقل کردی ہیں۔ تاکہ اُنکے دلائل وبراہین یا توہمات وقیاسات اور نیز شبہات واعتراضات پورے طور سے قارئین کو معلوم ہوجائیں اور تحریرات طرفین پر محققانہ فیصلہ دے سکیں کیونکہ نہ تو ہمیں جناب سید محسن علی شاہ صاحب دام مجدہ کی تحریر کے لفظ لفظ کی تائید منظور ہے ورنہ مویدین جناب مفتی صاحب مدظلہ کی خواہ مخواہ رد مقصود۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ حق وناحق روشن ہوجائے اور اصل مسئلہ صاف اور اس طرح سے لکھا جائے۔ کہ ناظر کتاب خود اپنی قوت تمیز سے کام لے سکے اسی وجہ سے ہم تمام کتاب میں اصل مقصود کے اثبات کی کوشش کرینگے نہ کہ صرف مخالفین کی عبارات کی رد۔ اور حتی الامکان خلطِ مبحث نہ ہونے دینگے جیسا کہ وہ حضرات کرتے ہیں اور پہلے سے اُن کی یہی کوشش رہی ہے کہ اصل مسئلہ صاف نہ ہو دوسرے مباحث چھڑ جائیں۔

ناظرین کو یہ بھی یاد رہے کہ مویدین جناب مفتی مدظلہ کی تمام وکمال دلائل یہی ہیں جو ان دونو مضمونوں میں مندرج ہیں بعد میں دوسرے حضرات کی طرف سے تائیدی مضامین شائع ہوئے ہیں ان میں کوئی خاص نئی دلیل مذکور نہیں ہے جس کی وجہ سے اُنکے تمام وکمال نقل کرنیکی ضرورت ہو۔ ہاں جواب الجواب میں جو بعض خاص باتیں ہیں اُن کو اُنکے مقام پر نوٹ کیا جائیگا اور ان مضامین میں سے صرف جناب مولانا کنتوری صاحب زید فضلہ کے عبارات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جس نے بحث کی اہمیت کو بہت بڑھا دیا ہے۔

قبل اسکے کہ ہم ان مضامین پر کچھ لکھیں ناظرین کو یہ بھی یاد دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ ان مضامین کی نوعیت اور طرز تحریر پر نظر غائر ڈالیں اور ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت مضمون نگار صاحبان خصوصاً اڈیٹر العوارف نے جناب معترض دام ظلہ کو جاہل محض بے سواد۔ عامی۔ حدود شریعت سے ناواقف وغیرہ وغیرہ الفاظ سے مخاطب اور اُن کی حتی الوسع توہین وتذلیل کرتے ہوئے جناب مفتی صاحب صدر المحققین مدظلہ العالی۔ کو کس پایہ مافوق مطلق البشریت پر پہنچایا ہے اور احاطہ حدود شرعیت کا مدعی ہو کر۔ نہ معلوم حدود شریعت غراء محمدیہ سے کس قدر دور نکل گئے ہیں۔ اور غالباً انہیں جناب صدر المحققین مدظلہ العالی کی بارگاہ میں اپنی عقیدتمندی اور اخلاص کا ثبوت دیتے ہوئے یہ بھی خبر نہیں رہی کہ وہ کیا کہ رہے ہیں غالباً بحرینی صاحب کے نزدیک صدر المحققین کے بارگاہ فلک اساس میں سر نیاز ختم کردینا ہی حد شرعی ہے

اور اس میں داخل ہو جانا فزع یوم اکبر سے امن و حفاظت کی ضمانت (ومن دخلہ کان آمنا)
اڈیٹر ناظم الہند کو توبہ و انابت بارگاہ ذوالجلال کی ہدایت کرتے ہوئے جناب بحرینی صاحب
اس کعبۃ الاسلام کی طرف سر نیاز ختم کرنیکی بھی ہدایت فرماتے ہیں جس کو خداوند عالم نے قبلہ انام قرار
دیا ہے۔ جناب صدر المحققین مدظلہ العالی عالم دین ہونیکی حیثیت سے جس تعظیم و تکریم کے مستحق
ہیں اُس سے کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا۔ لیکن کیا جناب بحرینی صاحب یہ بھی ثابت کر سکتے ہیں کہ
وہ من جانب اللہ قبلہ انام و کعبۃ الاسلام یا دوسرے لفظوں میں منصوص من اللہ امام ہیں بلکہ پیغمبر جلالانام
ہیں۔ کیا جناب صدر المحققین مدظلہ العالی خود بھی اپنے کو ایسا ہی جانتے ہیں۔ اور نیز یہ کہ ان کی
طرف سر نیاز ختم کرنیکا حکم شریعت غراء محمدیہ سے مستنبط ہے یا اُس شریعت سے جس کی حدود صرف
بارگاہ صدر المحققین میں عقیدت و اخلاص ہیں اور بس۔ اگر یہ الفاظ۔ کعبۃ الاسلام و معدن ایمان
و اسلام اور منصوص من اللہ قبلۃ الانام مہمل و محض بے معنی ہیں اور انکے معانی و مفاہیم مراد نہیں ہیں۔
تو انکے استعمال سے بحرینی صاحب نے حضرت صدر المحققین مدظلہ العالی کی بارگاہ میں سخت بے ادبی
و گستاخی کی ہے جسکے لئے اڈیٹر صاحب ناظم الہند سے پہلے بعد توبہ انابت خود بحرینی صاحب کو
اس کی طرف سر نیاز ختم کرنا واجب و ضروری ہے اور اگر یہ الفاظ با معنی استعمال ہوئے ہیں اور
کوئی مفہوم و مطلب رکھتے ہیں۔ تو ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ انکا مصداق بجز ذات پاک محمدیؐ
جو نذیر للعالمین و رحمۃ للعالمین اور ختم المرسلینؐ اور کوئی نبی مرسل یا ملک مقرب بھی نہیں ہو سکتا۔
یہ ذات پاک تمام مخلوقات الٰہی کیلئے قبلہ و کعبہ اور جہت توجہ و رجوع الی اللہ ہے۔ مابعد ازاں
اُسکے بعد اُسکے اہلبیت بالواسطہ چنانچہ جناب صادق آل محمدؐ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا
ونحن کعبۃ اللہ ونحن قبلۃ اللہ"۔ ہم ہی قبلہ و کعبہ انام از جانب ملک العلام عزوجل ہیں۔ اور جناب
سید الساجدین زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں۔ انا ابن المکۃ و المنیٰ الخ
یعنی دربار ابن زیاد ملعون اور یزید پلید میں اپنے فضائل و مناقب کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد کرتے
ہیں کہ میں بیٹا ہوں مکۃ اللہ الحرام اور منیٰ کا اور میں ہی فرزند قبلہ و کعبہ ہوں الخ۔ ہم نہیں جانتے کہ سوائے
ان حجج اللہ علیہم السلام کے جو جمیع عوالم یعنی ماسوی اللہ پر مبعوث اور اُنکے قبلہ و کعبۂ ایمان و
اسلام ہیں۔ اور بھی کسی کو خدا نے قبلۃ الانام بنایا ہے۔ لہٰذا یہ اسمار مبارکہ علی الاطلاق اولاً بالذات
صرف ذات پاک محمدی کیلئے مخصوص ہیں۔ اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ جناب مولوی محسن علی شاہ صاحب دام عزہ
حدود شریعت کی شناخت سے عاجز ہیں یا جناب بحرینی صاحب جو یہ بھی تمیز نہیں کر سکتے کہ کونسا لفظ

کہاں استعمال ہونا چاہیئے اور القاب وخطابات خاصہ مخصوصہ نبیؐ و امامؑ کیا ہیں؟ اور یہ کہ انکو ان القاب خاصہ کے غصب کا حق کہاں سے حاصل ہوا؟ اور اس ارتکاب سے وہ کس خطاب خداوندی کے مستحق ٹھیرے اور اس آلودگی سے وہ کس طرح اپنے نامۂ اعمال کی شست وشو کرینگے۔ باقی اُن کی احاطۂ صدر و شہر اجیبت کو حال الکبر معلوم ہوتا ہے۔

یہ تو دراصل جملہ معترضہ تھا کیونکہ ہمارا مقصود اس قسم کے مباحث نہیں ہیں۔ ہمیں صرف یہاں اتنا کہنا تھا کہ مدعیان۔ کلام نافہمیدن مشکل است نہ کہ برما اعتراض کردن۔ کتنے پانی میں ہیں۔ اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں کہ ان مضامین کی اشاعت اور خطوط کے جوابات کے طویل سلسلے کے بعد۔ ان مضامین کے جواب یا ردمیں جو مضامین شائع ہوئے انکا خلاصہ یہ ہے:۔

فصل

جواب مضمون جناب ممتاز الافاضل وعمدۃ الافاضل زید فضلہما

ہمارے جوابات اور موئدین مفتی صاحب مدظلہ کے مضامین دیکھنے سے پہلے ناظرین کا فرض ہے۔ کہ ہمارے مقدمات نبوت وامامت پر ایک نظر ڈال لیں تاکہ ان کو معلوم ہے کہ ان مقدس ذاتوں سے متعلق بحث ہو رہی ہے جو تحت خالق وفوق جمیع مخلوقات ہیں اور جو تمام عوالم عالم ارواح وعقول تا وعالم نفوس وعالم مواد و اجسام جن وانس و چرند و پرند غرض جملہ مخلوقات یعنی تمام ماسوی اللہ پر حجت خدا اور اسکے فیض کا مخزن اور اُسکے اسرار کا صندوق ہیں اور جنہوں نے خود فرمایا ہے۔ کہ ہم کلمۃ اللہ۔ خاصۃ اللہ۔ وجہ اللہ۔ جنب اللہ۔ یمین اللہ۔ امناء اللہ واحباء اللہ۔ خزنہ وحی اللہ۔ وعیبہ غیب اللہ۔ معدن تنزیل وتاویل۔ مصابیح حکمت۔ مفاتیح رحمت۔ ینابیع نعمت۔ صاحبان عصمت وعزت وہدایت وخلافت وولایت وامامت ہیں یہی منبع فیض ہیں اور انہیں سے ہر ایک شے نے فیض پایا ہے اور انہی نے ہر ایک کو تعلیم دی ہے اور ملائکہ کو پڑھایا ہے غرض ہر ایک فیض انکے ذریعہ سے ہر ایک مخلوق کو

پہنچتا ہے۔ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ اسکے بعد ناظرین مضمون نگاران صاحبان کے مضامین کی طرف توجہ فرمائیں۔ سب سے پہلے جناب مولوی محسن علی شاہ صاحب پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ وہ علم انبیاء اور اوصیاء کو ذاتی بلکہ بالذات جانتے ہیں۔ حالانکہ مولوی صاحب کی کسی عبارت سے اشارۃً و کنایۃً و صراحۃً کسی طرح مفہوم نہیں ہوتا۔ وہ صرف اس بات کے مدعی ہیں کہ انبیاء سب خدا ہی کے پڑھائے ہوئے ہوتے ہیں اور غیر دین سے کسب علم نہیں کرتے ہیں اور نبوت و امامت کسبی و اکتسابی شے نہیں ہے کہ انسان رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ ترقی کر کے اس درجہ پر فائز ہو جائے بلکہ موہبتی ہے اور خدا نے اُن کو نبوت و امامت ہی پر مخلوق و مفطور فرمایا ہے۔ جیسا کہ اُن کی عبارت سے صاف ظاہر ہے اور ہم پھر بھی ذکر کرینگے ہم نہیں جانتے کہ جناب مولوی محسن علی صاحب کے کلام سے کیونکر سمجھا گیا کہ وہ انبیاء و اوصیاء کے علم کو ذاتی قرار دیتے ہیں۔ کیا یہ کہنا کہ وہ کامل پیدا ہوتے ہیں اور قبل از خلقت اُن کو علم عطا ہوتا ہے اور خدا اُنکو نبوت و امامت ہی پر مخلوق و مفطور فرماتا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ اُن کا علم ذاتی ہو گیا؟ کیا جو علم و کمال قبل خلقت جسمانی ظاہری کسی کو من اللہ عطا ہوا ہو۔ یا جس کو خدا پیدا ہوتے ہی علم عطا کر دے۔ یا علم پر مخلوق فرمائے وہ موہبت سے خارج ہے۔ علم ذاتی ہو جاتا ہے؟ کیا ذاتی کے یہ معنی ہیں کہ عالم اجسام ہی میں عطا نہ ہو؟ اگر ایسا ہے تو جناب مفتی مدظلہ اور خود فاضلین بھی اسکے قائل ہیں اور خود چند مقام پر اقرار فرماتے ہیں کہ انبیاء اور اوصیاء قبل خلقت کامل بلکہ اکمل ہوتے ہیں۔ اور یہی مولوی محسن علی شاہ صاحب دام مجدہٗ فرماتے ہیں۔ صرف فرق اتنا ہے کہ وہ ملکۂ قرأت و کتابت کو بھی آنحضرتؐ کیلئے قبل خلقت موہبتی جانتے ہیں اور جناب امیرؑ کیلئے اسکو دیگر علوم سے مستثنیٰ کر کے اکتسابی نہیں جانتے پس اگر علم ذاتی کے یہی معنی ہیں تو یہ الزام خود فاضلین پر بھی عائد ہوتا ہے۔ بلکہ جمیع علماء پر کیونکہ وہ تسلیم کرتے ہیں۔ علماء مذہب حقہ کے نزدیک انبیاءؑ و اوصیاءؑ جملہ کمالات سے مکمل پیدا ہوتے ہیں اور افاضہ علوم جدیدہ سے جو اعتراض فاضلین معترض صاحب پر عائد کرتے ہیں۔ وہ ہی ان پر عائد ہوتا ہے "وَمَا هُوَ جوابکم فهو جوابنا"

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جناب فاضلین علم ذاتی اور علم بالذات میں کچھ فرق نہیں رکھتے غالباً اُنکے نزدیک جو علم کسی موجود کے وجود و ذات کے ساتھ عطا کر دیا جائے۔ وہ ہی علم ذاتی ہے اور وہ مخصوص ہے خداوند عالم سے خدا کے عطا کردہ علم کو علم بالذات کہنا اور خدا کی ذات سے متحد جاننا فاضلین کی خوش فہمی ہے۔

اگر ایسا ہو تو پھر تمام موجودات خدا ہو جائینگی کیونکہ فی الجملہ علم ہر ایک موجود کو فطرۃً عطا ہوا ہے حیوانات میں جو علم اُن کی ضرورت کے موافق مبدء فیاض سے عطا ہوا ہے وہ سب فطری ہے۔ اور

انکے وجود کے ساتھ عطا ہوا ہے۔ تو فاضلین کے نزدیک وہ سب خدا ہو جائینگے کہ علم ذاتی رکھتے ہیں۔ انسان بھی فی الجملہ علم فطری رکھتا ہے اور اپنی ذات کے ساتھ علم لیکر آتا ہے ورنہ ہرگز مکلف بتکالیف شرعیہ نہیں ہو سکتا تھا۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا اسی پر دال ہے۔ ملاحظہ ہو احادیث معدن علوم اور تفصیل در رسالہ البرہان میں) بنابریں سارے انسان خدا ہو گئے۔ کیونکہ فاضلین کے نزدیک اس قسم کا علم ذاتی کہلاتا ہے اور وہ مخصوص ذات واجب الوجود سے ہے۔ شاید ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ علم ذاتی بالذات اور علم ذاتی بالغیر دو علم ہیں۔ اول میں ذات نفس علم و عین علم ہے اور کوئی غیر اسکی علت نہیں ہے اور وہ علم خداوند عالم ہے کہ عین ذات ہے اور دوسرے میں ذات و علم دو چیزیں ہیں لیکن علم ذات کے ساتھ دیا گیا ہے اور اسکے لئے غیر از ذات واہب و معطی ضروری ہے۔ اور یہ وہ علم ہے۔ جو موجودات کو خالق عالم کی طرف سے حسب ضرورت و موافق قابلیت و استعداد دیا جاتا ہے اور اس میں تمام انسان و نوع بشر شریک ہیں لیکن عام جنس بشر کو بہت تھوڑا سا دیا جاتا ہے اور انبیاء کو ان تمام افراد بشر سے زیادہ جس پر وہ مبعوث ہوئے ہیں اور اسی طرح اس پیغمبر کو ان جملہ مخلوقات سے زیادہ جو تمام مخلوقات پر مبعوث ہوا اور وہ شکم مادر سے عالم بلکہ علیم پیدا ہوتے ہیں۔ ہاں بعض اسرار غیب غیوب الٰہی و تفاسیر و تفاصیل بعض امور وقتاً فوقتاً ان کو پہنچتی رہی ہیں۔ فافہم و تدبر فانہ یکفیک۔

یہ علم ذاتی نہیں بلکہ موہبتی کہلاتا ہے اس کو فاضلین نادانی یا عوام فریبی کی وجہ سے ذاتی فرما رہے ہیں۔

ہمارے مکرم ممتاز الافاضل فرمائیں کہ۔ کلام ما فہمیدن الخ کا ادعا انکو کہاں تک نے دیا ہے اور کس پر عاید ہوتا ہے۔ جناب مولوی محسن علی شاہ صاحب پر یا ان پر خصوصاً در صورتیکہ جناب مولوی صاحب بھی کلام مجیب مدظلہ العالی کا وہی مطلب سمجھے ہیں جو جناب فاضلین سمجھے ہیں اور جسکی تائید میں خامہ فرسائی فرما رہے ہیں یعنی کہ جناب مجیب کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب رسول خدا قبل البعثت ملکہ قرات و کتابت نہ رکھتے تھے اور یہ کہ جناب مجیب کے نزدیک اظہر مفہوم روایات یا مدلول دلالات عقلیہ و نقلیہ یہی ہے کہ ملکہ قرات و کتابت جناب امیرؑ کو اکتسابا حاصل ہوا۔ انہی دونو باتوں کو تسلیم کرکے فاضلین ان کی تائید کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب بھی مفتی صاحب کے کلام سے یہی سمجھے ہیں اور اسی پر اعتراض ہے۔ پھر نہ معلوم کہ کلام ما فہمیدن سے کیا مراد ہے۔ کونسا دقیق نکتہ سمجھنے سے رہ گیا۔ یہاں فاضلین یہ تاویل کرتے ہیں۔ کہ مراد اکتساب سے اکتساب از سلسلہ خود ہے نہ از سلسلہ غیر اور مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جناب مجیب مدظلہ کی عبارت اس پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ قرات

و کتابت جناب امیرؑ کو من اللہ و من الرسول عطا نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ یہ فرماتے ہیں۔ اور جناب امیرؑ کو تمام علوم من اللہ

ومن الرسول حاصل ہوئے اور ملکہ قرأت و کتابت ممکن ہے کہ من اللہ عطا ہوا ہو اور ممکن ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا ہو اور اگرچہ

ظاہر تر یہی ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا لیکن یہ تصریح معلوم نہیں کہ وہ ملکہ کس سے جناب امیرؑ نے حاصل کیا الخ

اگر جناب مجیب کے نزدیک یہ ملکہ بھی من الرسول ہوتا تو اسکو علیحدہ ذکر نہ فرماتے اور نہ فرماتے کہ جناب امیرؑ کو تمام من اللہ و من الرسول حاصل ہوئے اور یہی جواب حق تھا اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوسکتا تھا لیکن انکا اکتساب کو اعطاء خدا اور رسول سے علیحدہ اور انکے مقابل قرار فرمانا صاف بتلا رہا ہے کہ یہ من اللہ و من الرسول نہیں ہے اور نیز یہ بھی اس سے ظاہر ہے کہ انکے نزدیک من الرسول اکتساب میں داخل نہیں بلکہ اکتساب علیحدہ چیز ہے۔ غور فرمائیں ناظرین عبارت مجیب مدظلہ العالی علی رؤس الموالی میں زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جواب مجیب اردو زبان میں ہے نہ کسی عبرانی۔ یونانی کلدانی یا ختائی جسکو ہندستان کے عام لوگ نہ سمجھ سکیں۔ ہاں اگر جناب مفتی صاحب اپنے فاضلین مؤیدین کی اردو بھی خود اصطلاحی ہے تو لا مناقشۃ فی الاصطلاح۔ لیکن معترض پر اس صورت میں کوئی الزام نہیں آ سکتا۔ کیونکہ وہ زبان مشہور و معروف و مستعمل علما پر بحث کریگا۔ خود ساختہ اصطلاحات کی اسکو کیا خبر۔ جناب ممتاز الافاضل صاحب اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ انبیاء و اوصیاء تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں (یہ صحیح ہے کہ انبیاء تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں) دوسری جگہ فرماتے ہیں ہم انبیاء اور انکے اوصیاء کو بشری حدود میں جو کمالات ممکن ہیں انکے اعتبار سے کامل بلکہ اکمل سمجھتے ہیں اور جناب بحر سنی تحریر فرماتے ہیں بالجملہ تحقیق مقام یہ ہے کہ انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام قبل از بعثت و وصایت بلکہ قبل از ولادت بحیثیت نورانیت خلقت و افاضہ جناب احدیت ان کمالات سے جو باعتبار اپنی نبوت و وصایت خاصہ کے لازمی ہیں مکمل ہوتے ہیں الخ

ایضاً: کوئی عاقل اس کا منکر نہیں ہوسکتا کہ حضرات انبیاء اور اوصیاء کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں لیکن نہ علی سبیل الاطلاق والتعمیم بلکہ مراد ان کمالات سے وہی کمالات ہیں۔ جو باعتبار ان کی نبوت خاصہ و وصایت خاصہ کے ان میں لازم ہوں الخ

ایضاً۔ فرقہ حقہ کے علماء ذوات مقدسہ حضرات انبیاء اور انکے اوصیاء کو باعتبار انکے کمالات کے ضرور کامل بلکہ اکمل اور افضل نوع بشر بلکہ ملائکہ سے بہتر و معصوم کامل العصمۃ جانتے ہیں الخ غرض اس امر میں اتفاق ہے کہ انبیاء و اوصیاء تمام کمالات ظاہری و باطنی سے قبل بعثت بلکہ ولادت کامل و اکمل ہوتے ہیں اور فرقہ حقہ کے علماء کا یہی عقیدہ ہے یہی جناب مولوی محسن علی صاحب فرماتے ہیں۔ لہذا اول معنی کمال معلوم ہونے چاہئیں اور یہ کہ کمالات بشری کیا ہیں اور کمالات نبوت و وصایت کیا اور ملکہ قرأت و کتابت کمال نبوت یا کم از کم کمال بشری میں داخل ہے یا نہیں ہے اور جب انبیاء تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں۔ تو کمالات خاتم النبیین سے ملکہ قرأت و کتابت ہی کیوں خارج کیا گیا ہے۔ وہ کمالات نبوی یا کمالات بشری میں داخل ہے یا نہیں؟

تعریف کمال :- قال شارح المقاصد - قد سبق ان لفظ القوة كما يطلق على مبدأ التغيير والفعل فكذا يطلق على مبدأ التغير والانفعال فقوة النفس باعتبار تأثرها عما فوقها من المبادي العالية للاستكمال بالعلوم والادراكات تسمى عقلاً نظرياً وباعتبار تاثيرها في البدن لتكميل جوهره وان كان ذلك عائداً الى تكميل النفس من جهة ان البدن آلة لها في تحصيل العلم والعمل تسمى عقلاً عملياً والمشهور ان مراتب النفس اربع لانه اما كمال واما استعداد نحو الكمال قوي او متوسط او ضعيف - فالضعيف وهو محض قابلية النفس للادراكات يسمى عقلاً هيولانياً تشبيهاً بالهيولى الاولى الخالية في نفسها عن جميع الصور القابلة لها بمنزلة قوة الطفل للكتابة - والمتوسط وهو استعدادها لتحصيل النظريات بعد حصول الضروريات يسمى عقلاً بالملكة لما حصل لها من ملكة الانتقال الى النظريات بمنزلة الشخص المستعد لتعلم الكتابة ويختلف مراتب الناس في ذلك اختلافاً عظيماً بسبب اختلاف درجات الاستعدادات - والقوي وهو الاقتدار على استحضار النظريات متى شائت عن غير افتقار الى كسب جديد لكونها مكتسبة مخزونة تحضر بمجرد الالتفات بمنزلة القادر على الكتابة حين لا يكتب وله ان يكتب متى شاء ويسمى عقلاً بالفعل لشدة قربه من الفعل واما الكمال فهو ان يحصل النظريات مشاهدة بمنزلة الكاتب ويسمى عقلاً مستفاداً اي من خارج هو العقل الفعال الذي يخرج نفوسنا من القوة الى الفعل فيما له من الكمالات ونسبته الينا نسبة الشمس الى ابصارنا - وقال ابن سينا في الكتاب المبدء والمعاد العقل بالفعل والعقل بالمستفاد واحد بالذات مختلف بالاعتبار فانه من جهة تحصيله للنظريات عقل بالفعل ومن جهة حصولها فيه بالفعل عقل بالمستفاد وربما قيل هو عقل بالفعل بالقياس الى ذاته مستفاد بالقياس الى فاعله واختلفوا ايضاً في ان المعتبر في المستفاد هو حصول النظريات الممكنة للنفس بحيث لا يغيب اصلاً حتى قالوا انه آخر المراتب البشرية واول المنازل الملكية وانه يمتنع او يبعد ما دامت النفس متعلقة بالبدن او مجرد الحضور حتى يكون قبل العقل بالفعل بحسب الوجود على ما صرح به الامام وان كان بحسب الشرف هو الغاية والرئيس المطلق الذي يخدمه سائر القوى الانسانية والحيوانية والنباتية ولا يخفى ان هذا اشبه بما اتفقوا عليه من حصر المراتب في اربع ثم حضور الكل بحيث لا يغيب هو كمال مرتبة المستفاد - انتهى -

قوت کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک مبدءِ تغیّر و تأثر دوسرے مبدءِ تغییر و تاثیر پس قوت نفس علوم و ادراکات سے اپنی تکمیل کیلئے مبادی عالیہ و عقول قادسہ سے متأثر ہونیکے اعتبار سے عقل نظری کہلاتی ہے۔ اسی تاثر نفس کا نام ادراک و تعقل ہے۔ اور اسی مرتبہ کو قوت عاقلہ کہتے ہیں۔ اور جوہر بدن کی تکمیل کی غرض سے اس میں مؤثر ہونیکے لحاظ سے عقل عملی کہلاتی ہے اور در اصل یہ تکمیل بھی خود نفس ہی کی تکمیل ہے کیونکہ بدن نفس کیلئے آلہ ہے۔ اور نفس من حیث ہی نفس تحصیل علوم اور اپنی تکمیل میں محتاج بدن ہے۔ اگر نفس محتاج بدن نہ ہو تو چاہیئے کہ نفس اپنے مرتبہ ذات میں قبل تعلق بدن عالم جمیع علوم ہوا ور قطعاً یہ باطل بلکہ بدیہی البطلان ہے۔ اور آیۂ شریفہ فاہدا اخرجکم من بطون امہاتکم لا تعلمون شیئاً "نکالا تم کو بطون امہات سے در انحالیکہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ ہاں روح من حیث ہو ہو۔ چونکہ مجرد ہے وہ تحصیل علوم و تکمیل میں محتاج جسم نہیں ہے۔ اور نفس و روح دو چیزیں ہیں۔ اور نفس برزخ ہے درمیان جسم اور روح کے۔ روح بلا واسطہ نفس جسم سے تعلق نہیں پکڑ سکتی۔ جو لوگ روح و نفس کو ایک شے جانتے ہیں وہ اس مقام پر سخت لغزش کھاتے ہیں (ولیس ھذا المقام موضع استیفاء الکلام)۔

پھر نفس کے چار درجے و مرتبے ہیں۔ کمال۔ استعداد کمال اور استعداد کمال کی تین رتیں صورتیں (۱) استعداد ضعیف۔ (۲) استعداد متوسط (۳) استعداد قوی۔ استعداد ضعیف نفس میں معلومات و ادراکات کی قابلیت محض کا نام ہے کہ بالفعل اس میں کوئی بھی معلوم موجود نہیں ہوتا۔ اور اسکی نظر وہ کم سن طفل ہے جو لکھنا نہیں جانتا اور نہ اسوقت سیکھ سکتا ہے۔ لیکن سیکھنے کی قوت رکھتا ہے۔ اس مرتبہ کو اصطلاح حکماء میں عقل ہیولانی کہتے ہیں۔ اور استعداد متوسط پس وہ نفس کی وہ حالت ہے جس میں کہ وہ ضروری اور بدیہی باتوں کے حصول کے بعد محتاج نظر و فکر باتوں کی تحصیل کے لئے مستعد ہوتا ہے۔ اور اس مرتبہ کو عقل بالملکہ کہتے ہیں۔ اور اس کی نظیر وہ شخص ہے۔ جو سن رشد و تمیز میں لکھنا سیکھنے کیلئے مستعد ہوتا ہے۔ اس درجے میں حسب اختلاف درجات استعداد لوگ بیشمار مختلف حالتیں رکھتے ہیں۔ اور استعداد قوی یہ ہے کہ نفس جس وقت چاہے نظریات کے حاصل کرنے پر قادر ہو اور انکے لئے کسب جدید کا محتاج نہ ہو۔ اور اسکو عقل بالفعل کہا جاتا ہے اسکی نظیر وہ شخص ہے جو بالفعل لکھ نہیں رہا ہے لیکن لکھنے پر قادر ہے۔ اور لکھنا جانتا ہے۔ جب چاہے فوراً لکھ سکتا ہے۔

اور کمال یہ ہے کہ نفس میں نظریات بطور مشاہدہ حاضر ہوں۔ اور اسکو عقل بالمستفاد کہتے ہیں

یہ مرتبہ خاص کاملین انسانوں کو اس دار دنیا میں حاصل ہوتا ہے۔ اکثر حکما اسکے مدعی گذرے ہیں اور بعض اصحاب پیغمبر و ائمہ یقیناً اس مرتبہ پر فائز ہوئے ہیں جیسے کہ سلمان فارسی و جابر ابن یزید جعفی رحمہما اللہ وغیرہما۔ اصحاب امام زمان عجل اللہ فرجہ سب اسی درجے پر فائز ہونگے۔ ملاحظہ ہوں کتب حالات اصحاب ائمہ لہٰذا شیخ الرئیس کا یہ کہنا درست نہیں کہ دار دنیا میں یہ مرتبہ محال ہے یا مستبعد۔ اور یہ مرتبہ نفس کا بمنزلہ کاتب بالفعل کے ہے۔ یہ شیخ الرئیس ابن سینا کے نزدیک عقل بالفعل اور عقل بالمستفاد دونو بالذات ایک ہی ہیں فرق صرف اعتباری ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ کمال کے دو مرحلے ہیں۔ ایک وہ مرحلہ جس میں نظریات ممکنہ حاصل ہوتی ہیں۔ یہ آخر مرتبہ بشریت و اول مرحلہ ملکیت ہے۔ دوم وہ جس میں تمام نظریات بالفعل حاضر ہوتی ہیں اس طرح پر کہ نفس کا کسی ایک کی طرف متوجہ ہونا دوسری کی طرف توجہ سے مانع نہیں ہوتا۔ اور تعریف کمال یوں کی گئی ہے۔ الکمال مایکمل بہ النوع فی ذاتہ ویسمّٰی کمالاً اولاً کھیئۃ السیف للحدید او فی صفاتہ ویسمّٰی کمالاً ثانیاً کالقطع لہ۔ یعنی کمال وہ ہے جس سے نوع اپنی ذات یا اپنی صفات میں کامل و تام ہوتی ہے۔ کمال ذاتی کو کمال اول کہتے ہیں جیسے لوہے کا ہیئت سیف میں آجانا اُس کا کمال اول ہے اور پھر تلوار کا اثر ظاہر ہونا یعنی اس کا کاٹنا یہ لوہے کا کمال ثانی و کمال صفاتی کہلاتا ہے۔ اور یہ چاروں مرتبے مرتبہ نبوت و ولایت سے کم مطلق انسان و نوع بشر کے ہیں۔ نبوت و ولایت مطلقہ فوق مطلق بشریت ہے۔ نہ محدود در حدود بشری جیسا کہ ہمارے مقابلین کا خیال ہے رجوع ہو مقدمات کتاب کی طرف۔ وفیہا الکفایۃ۔

(ولا یخفٰی علیک ان کل ماذکرناہ من اقوال الحکماء ونذکرہ لیس من باب الاعتقاد والتصدیق لاقوالہم بل من باب تقریب الاذہان وتفہیمہا نعم ما وافق الکتاب والسنۃ نأخذہ ونقول بہ وما خالفہما فنردّہ علی صاحبہ فہو اولٰی بہ کما سترٰی ان شاء اللہ تعالٰی)

بہرحال یہ مراتب استعداد و کمال نفس انسانی کے ہیں اور نبوت فوق ان مراتب کے ہے البتہ اختلاف مراتب روح قدس نبوتی میں بھی ثابت ہے۔ چنانچہ مطلق نبوت سے جو لابشرط شے کا درجہ ہے نبوت مطلقہ تک جو بشرط لاشے کا مرتبہ ہے۔ بہت سے درجات ہیں۔ اور یہی مطلب ہے "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ الخ" کا جس طرح کہ تمام انسان من حیث النوع مشترک و متحد ہیں لیکن بحیثیت اختلاف استعداد و کمال مختلف۔ انظر کیف فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (دیکھو ہم نے بعض انسانوں کو بعض پر کس طرح فضیلت دی ہے)۔"

اور عقل عملی جو مقام تاثیر نفس ہے اسکے وسیلے سے انسان صناعات کے ایجاد کرنے

اور اُنکے موضوعات میں تصرف اور ان مصالح و مقاصد کی تمیز پر جو انکے حصول کیلئے شرائط یا موانع ہیں قادر ہوتا ہے جیسا کہ بالفعل بعض اشخاص کفار وغیر کفار میں دیکھا جاتا ہے کہ وہ جدید و نادر نادر صنعتوں کے موجد ہوئے ہیں بلا اسکے کہ کسی سے سیکھیں بلکہ محض بوسیلۂ قوت تاثیر نفس۔ مثل ایجاد ہوائی جہاز۔ غبارہ۔ ٹیلیگراف۔ ٹیلیفون۔ فوٹوگراف۔ گراموفون۔ و فوٹوگراف وغیرہا۔ جو کتابت (لکھنا) سے بدرجہا مشکل ہیں کیونکہ لکھنا بھی ایک صنعت ہے اور بہت ہی آسان صنعت کہ معمولی بچے تھوڑی سی مشق سے سیکھ جاتے ہیں اور ہوشیار لوگ طرح طرح کے خطوط ایجاد کرتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ جو چند مرتبہ فرمایا گیا ہے۔ کہ ہم انبیاء کو کامل و اکمل سمجھتے ہیں تو اس کمال سے کیا مراد ہے۔ کمال اولی یا کمال ثانوی۔ اگر مراد کمال اولی ہے۔ تو یہ مخصوص انبیاء سے نہیں نوع من حیث ہو نوع یہ کمال اولی ذاتی رکھتی ہے اور اصل یہ مقام استعداد ہی ہے اور اسلئے اس سے کوئی فضیلت انبیاء کیلئے حاصل نہیں ہو سکتی ہر ایک میں قوت و استعداد کمال موجود ہے اور ہر ایک کاتب بالقوۃ۔ و عالم بالقوۃ ہے اور اگر کمال سے مراد کمال ثانوی ہے اور وہ ہی در اصل کمال اور مقام فضیلت ہے اور مرتبہ ملکہ و فعلیت ہے نہ استعداد۔ تو ہم اسکے مدعی ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ وہ حضرات علیہم السلام بسبب جنبۂ نبوت و روح قدس نبوتی وہ کمالات انسانی جو اور انسانوں میں بالقوۃ ہوتے ہیں بالفعل رکھتے ہیں مع شئے زائد یعنی کمالات نبوت اور جب چاہیں ظاہر کر سکتے ہیں۔ مگر فاضلین ان کی نفی فرما رہے ہیں اور اسی وجہ سے مولانائے پنجاب پر تشنیع وارد کی ہے اور بشری حیثیت سے اُن کو محتاج تحصیل جدید و اکتساب قرار دیتے ہیں اور یہ انکے کمال کے خلاف ہے اور یہ بھی باعتبار کمالات نوع بشر ہے۔ کیونکہ یہ مراتب کمال نوع بشری ہیں اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ نبوت فوق بشریت ہے۔ لہذا جناب فاضلین کے اس فرمانے پر کہ ان کمالات سے مراد وہ کمالات ہیں جو انکے لئے من حیث النبوۃ لازم ہیں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا قرأت و کتابت جو یقیناً کمالات بشری انسانی میں داخل ہے ان کمالات میں داخل ہیں۔ جو لازم نبوت ہیں (اور نبوت بشریت ہے) یا نہیں؟ ضرور شق ثانی اختیار کی جائیگی کیونکہ فاضلین کا یہی دعوےٰ ہے۔ پس ہم کہینگے کہ جب قرأت خط و کتابت لازمہ نبوت نہیں اور ایسی چیز نہیں جس پر تبلیغ موقوف ہو۔ تو پھر جناب ناصر الملت والدین کس دلیل سے قرأت و کتابت کو بعد بعثت جناب رسالتمآب کے لئے ضروری و یقینی سمجھتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ ثبوت اس کا سمعی ہے نہ عقلی۔ تو عرض کیا جائیگا۔ کہ دلائل نقلیہ سمعیہ شرعیہ مطلق ثبوت قرأت و کتابت پر دال ہیں۔ نہ کہ خصوصیت کے ساتھ ثبوت بعد بعثت پر۔ اور کسی حدیث

میں تصریح اسکی نہیں ہے کہ علم قرآت وکتابت بعد بعثت حضرت کو تعلیم ہوا جبتک کہ عقلی طور پر ثبوت ولزوم کتابت تبلیغ رسالت کیلئے ضروری ثابت نہ ہو یا تسلیم نہ کیا جائے۔ دلائل شرعیہ سمعیہ سے کبھی ثابت نہیں ہوسکتا کہ ملکہ قرآت وکتابت بعد بعثت عطا ہوا اور اگر لازم نبوت ہے تو انفکاک لازم از ملزوم محال ہے اور نبوت آنحضرتؐ کی ابتدائے خلقت سے ثابت ہے لہذا علم قرآت وکتابت بھی شل دیگر علوم وفنون وکمالات قبل بعثت ابتدائے خلقت سے ثابت ہوگا مگر یہ کہ قبل بعثت نبوت کا بھی انکار کیا جائے۔

اور یہ فرمانا کہ ہم بشری حدود میں جو کمالات ممکن ہیں انکے اعتبار سے انبیاء اوصیاء کو کامل بلکہ اکمل سمجھتے ہیں صاف دلالت کرتا ہے کہ آنحضرتؐ ملکہ قرآت وکتابت رکھتے تھے اور یہ کمال بھی ان میں قبل بعثت ہی موجود تھا۔ کیونکہ اس میں کسی فرد بشر کو کلام نہیں ہوسکتا ہے کہ علم قرآت وکتابت کمالات بشری سے ہے۔ اور حدود بشری میں داخل پس لابد وہ نبی میں موجود ہوگا۔ پس اس میں صاف جناب ناصر الملت والدین کی رد ہے مگر فاضلین نہیں سمجھتے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ لکھنا پڑھنا۔ کمالات بشری سے نہیں ہے اور حدود کمالات بشری سے خارج ہے۔ جو اگر نہ کمالات نبوی سے ہے اور نہ کمالات بشری سے تو کیا کمالات ملکی یا حیوانی میں داخل ہوگا۔ حالانکہ کاتب خاص طور سے انسان کی صفت ہے غرض جب کمالات بشری میں لکھنا پڑھنا داخل ہے اور فاضلین کے نزدیک انبیاء واوصیاء کمالات بشری کے اعتبار سے کامل بلکہ اکمل ہوتے ہیں۔ تو پھر نہ معلوم کمالات خاتم النبیینؐ سے کیوں اور کس دلیل سے اس کمال کی نفی کی جاتی ہے اور جو کسی کمال بشری۔ یا نبوی میں داخل نہیں ہے تو بعد بعثت کیونکر پیغمبری کیلئے ثابت کیا جاتا ہے اور کس دلیل سے جبکہ صریح طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایسی چیز نہیں ہے جس پر تبلیغ موقوف ہو اگر داخل کمال سمجھکر حصول کمال کی غرض سے اسکے قایل ہوتے ہیں جیسا کہ ایک مقام پر لکھا ہے کہ بعد بعثت خدا نے یہ ملکہ بھی حضرتؐ کو عطا فرما دیا کہ اس صفت کمال سے کبھی محروم نہ رہیں۔ تو اس میں کیا نقصان ہے کہ قبل بعثت شل دیگر کمالات اس کمال سے بھی متصف ہوں اور اس جزئی صفت کا ملکہ بھی انکو پہلے ہی عطا ہوگیا ہو۔

پھر یہی قرآت وکتابت جسکو آپ نہ لازمہ نبوت سمجھتے ہیں اور نہ انبیاء کی صفت کمال اور جناب ائمہؑ کے علوم اکتسابیہ سے شمار کرتے ہیں۔ بعض ائمہؑ کے لئے آپ اسکے موہبتی ہونیکے بھی قایل ہیں جیسا کہ حضرت جواد وحضرت حجۃ علیہما السلام کی بابت تحریر فرمایا ہے۔ پس لازم آیا کہ جناب ائمہؑ سے جناب امام جواد وحضرت حجۃ علیہم السلام اس باب میں افضل ہوں کیونکہ یقیناً اکتساب سے موہبت افضل ہے اور پھر یہ

فرمایا ہے کہ بعض انبیاء کا بعض امور سے جاہل رہنا اور دوسرے سے حاصل کرنا ہی فاضل و افضل میں فرق کرنے والا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "اگر اس اعتقاد سے کہ انبیاء پہلے ہی سے کامل ہوتے ہیں) تو کسی نبی میں فاضل و افضل کا تفرقہ نہ نکل سکیگا" اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ بعض انبیاء مفضولین میں بعض کمالات کا نہ پایا جانا ہی بلحاظ افضلیت انبیاء و فاضلین۔ و اوصیاء راجحین ضروری ہے پس فاضلین کے فتوے کے موافق جناب خضرؑ جناب موسیٰؑ سے افضل ٹھیرے۔ کیونکہ وہ بعض علم نہ رکھتے تھے جو حضرت خضرؑ رکھتے تھے اور حضرت موسیٰؑ نے ان سے سیکھا پس حضرت خضرؑ فاضل ہوئے اور حضرت موسیٰؑ مفضول۔ حالانکہ جناب موسیٰؑ انبیاء الوالعزم سے ہیں اور غیر الوالعزم کی فضیلت الوالعزم پر غیر معقول ہے۔ الوالعزم غیر الوالعزم سے افضل ہوتا ہے اس اشکال کو فاضلین حل کریں۔ جو الزام ہم پر لگایا جاتا ہے وہ خود ان پر عائد ہوتا ہے۔ بلکہ یقینی طور پر فضیلت حضرت ابوطالبؑ کی حضرت امیرؑ پر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ بقول العوارف حضرتؑ نے ملکہ قرأت و کتابت ان سے سیکھا۔ اور بقول جناب علم الهدیٰ فضیلت حضرت جبرئیل حضرت رسول خداؐ پر کیونکہ انکے نزدیک حضرت نے لکھنا پڑھنا جبرئیل سے سیکھا جس کو اڈیٹر العوارف گوارا نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ جبرئیل خود اس گھر کے آخذ تھے۔ مگر تعجب ایک اور ہے کہ ادہر تو جناب عمدۃ الافاضل صاحب رسول محمدؐ کے لئے جبرئیل کی شاگردی گوارا نہیں کرتے۔ علم الهدیٰ علیہ الرحمہ کے خلاف حکم لگا رہے ہیں۔ جو ایک خطرناک امر ہے اُدہر جناب امیرؑ کو جناب ابوطالبؑ کا شاگرد بنا رہے ہیں حالانکہ جبرئیل علیہ السلام حامل وحی و حافظ اسرار الٰہی مظہر اسم الحفیظ خداوندی مقرب ترین ملائک سے ہیں۔ شائد جناب عمدۃ الافاضل کے نزدیک حضرت ابوطالبؑ حضرت جبرئیل اور جناب امیر اللہ فی العالمین امیر المومنین استاد جبرئیل سے افضل ہیں۔ کچھ پتہ نہیں لگتا کہ اصل اعتقاد فاضلین معارف نبوت میں کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان تحقیقات و تحریرات فاضلین صرف قیاسات ہیں اور شاید بد ہوں شائد وہ ہو۔ ممکن ہے ایسا ہو پر مبنی "وان دین اللہ لا یصاب بالقیاس"

عمدۃ الافاضل اڈیٹر العوارف صاحب کی ایک اور عجیب غریب عبارت۔ وہ فرماتے ہیں "اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ انبیاء و اوصیاء تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں تو کسی نبی میں فاضل و افضل کا تفرقہ نہ رہیگا اور ان کا یکساں ہونا لازم آئیگا اور کسی نبی یا امام میں کسی چیز کا اضافہ تسلیم کیا جائے تو دوسرے میں نقص لازم آئیگا۔ حالانکہ ذوات مقدسہ انبیاء و اوصیاء نقائص و معائب سے منزہ و مبرا ہیں"

پھر خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ بعض انبیاء مفضولین میں بعض کمالات نہیں ہوتے اور وہ انبیاء

فاضلین سے اکتساب کرتے ہیں۔ تو بنا بر تحریر عمدۃ الافاضل لازم آیا کہ انبیاء مفضولین نقائص و معائب سے متصف ہوں۔ حالانکہ ذوات مقدسہ انبیاء و اوصیاء نقائص و معائب سے منزہ و مبرا ہیں۔ چند سطروں میں صریح تناقض موجود ہے اور نہ ایک جگہ بلکہ چند مقامات پر اُس پر دعوے ہمہ دانی اور کلام ما فہمیدن مشکل است نہ کہ برما اعتراض کردن، "فاعتبروا یا اولی الالباب"۔ خود فاضلین کی تحریرات اُنکے رد کے لئے کافی ہیں۔

فاضلین تسلیم کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ بشری حیثیت سے بعض ملکات کا ان میں بالفعل موجود نہ ہونا۔ یا بعض ازمنہ محدود تک نہ پایا جانا کچھ انکے کمال کا منافی نہیں ہے۔ بلکہ بعض احیان میں بعض ملکات کا موجود نہ ہونا اور وقت ضرورت بطور خارق عادت کے انکا ظاہر ہونا انکی حقیقت کا مثبت ہوجاتا ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ جب اُن کو یہ فضیلت دی ہوئی ہے کہ بطور خرق عادت و اعجاز ان ملکات کا اظہار کر سکتے ہیں اور بعض ائمہ علیہ السلام سے ایسا ہوا بھی ہے۔ تو پھر انکو کسب و اکتساب کی کیا ضرورت ہے اور جناب امیر ہی ایسے قصوروار کیوں ہیں کہ اُن کو اُستاد کی ضرورت پڑی۔ جب ضرورت ہوتی وہ غیر اکتسابی قرأت و کتابت اعجاز کی حیثیت سے ظاہر کر سکتے تھے اگر غور کیا جائے تو یہی اقرار فاضلین انکی تمام تحریرات کی رد کیلئے کافی دلیل ہے اور تمام قیاسات اکتساب کو باطل کرتا ہے۔ جب اُن کو یہ مرتبہ حاصل ہے کہ بلا اکتساب بطور اعجاز وہ چیز ظاہر کر دیں اور عمل میں لے آئیں۔ تو اکتساب کی کیا حاجت رہ گئی۔ اُن کی شان یہ ہے جس کو ایک فاضل بار بار رٹتے ہیں اِذَا شَاءُوْا عَلِمُوْا علمًا۔ جب وہ چاہتے ہیں کہ اُن کو علم حاصل ہو۔ علم دیدیا جاتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ضرور اکتساب قطعاً باطل ہے۔ کوئی ضرورت اکتساب کی باقی نہیں رہتی۔

ثانیاً جن ائمہ علیہم السلام سے بعض احیان بطور اعجاز ایسے امور بلا اکتساب ظاہر ہوتے ہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ علوم اسی وقت اظہار انکو دیئے گئے پہلے انکے فاقد تھے۔ اور اُن کو نہ جانتے تھے اسواسطے کہ ملکہ کیفیت نفس ایک صفت مغلوبہ غیر محسوسہ ہے۔ ہرگز قابل ادراک و احساس نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص بہت سے ملکات رکھتا ہو اور ایک مدت تک ظاہر نہ کرے۔ تو اس صورت میں کسی کو بھی معلوم نہ ہوگا۔ کہ وہ کچھ علوم رکھتا ہے۔ مثلاً ایک شخص ملکہ قرأت و کتابت رکھتا ہے اور اس میں کامل ہے لیکن ایک مدت تک لکھتا پڑھتا نہیں تو جب تک وہ لکھے پڑھیگا نہیں اور لوگ نہ دیکھینگے۔ یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ وہ جب تک اُس نے لکھنا پڑھنا ظاہر نہیں کیا ان کا عالم بھی نہ تھا۔ اس واسطے کہ ملکہ کے اثر کا ظاہر ہونا اسکے عدم کی دلیل نہیں ہو سکتا لسد عدم الوجدان

دلیل عدم نہیں ہے۔ پس آپ کے پاس اس پر کیا دلیل ہے کہ جن ائمہؑ سے ایک وقت خاص قرأت و کتابت ظاہر ہوئی ہے۔ وہ اسی وقت اُن کو دی گئی تھی پہلے اُسکے عالم نہ تھے۔ ممکن ہے کہ پہلے ہی سے یہ علم بھی رکھتے ہوں لیکن اظہار کی ضرورت نہ پڑی تھی۔ جب ضرورت پڑی ظاہر فرما دیا ہے۔ اور اگر ایسا ہے کہ اثر کا ظاہر نہ ہونا عدم ملکہ پر دلالت کرتا ہے۔ تو قبل بعثت ظہور خارق عادت نبوت خاتم النبیین کا بھی انکار کیجیئے۔ کیونکہ چالیس سال تک آنحضرتؐ نے اسکو ظاہر نہیں فرمایا اور جن کمالات کا وجود انبیاء میں ابتدائے خلقت سے آپ تسلیم کر رہے ہیں اُنکا بھی انکار کیجیئے کیونکہ آپ کے پاس کوئی دلیل اس صورت میں انکے وجود پر نہیں ہے۔ ثالثاً اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ عدم اظہار دلیل عدم ہے تو بیشمار علوم و فنون انبیاء و اوصیاء کا انکار اور نیز اُنکی تکذیب لازم آتی ہے اسلئے کہ بہت سے علوم ایسے تھے جو انہوں نے ظاہر نہیں فرمائے اور وہ اسرار الٰہی انکے سینوں میں مخزون و مکنون رہے۔ جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:- ان ھٰھنا لعلماً جما لو اصبت حملۃً۔ تحقیق کہ یہاں (یعنی سینے میں) علم تام و کامل ہے۔ کاش کہ میں اُسکے برداشت کرنیوالے اور متحمل ہونے والے پاتا۔ یعنی میں نے ایسے ظرف نہ پائے جو اُسکے متحمل ہو سکیں اسلئے ظاہر نہیں کیا۔ اب یا تو جناب امیرؑ کی تکذیب فرمایئے اور کہیئے کہ نہیں حضرتؑ صرف وہ ہی علوم رکھتے تھے جو ظاہر فرما گئے یا تسلیم کیجیئے کہ کسی علم کا ظاہر نہ ہونا یا نہ کرنا اُسکے عدم کی دلیل نہیں ہے۔ یا ایک وقت خاص تک ظاہر نہ کرنا اُسکے فقدان پر دلالت نہیں کرتا۔ اور اسلئے نہیں کہا جا سکتا کہ جو علوم و فنون انبیاء یا اوصیاءؑ نے ظاہر نہیں فرمائے یا ایک وقت خاص تک ظاہر نہیں فرمائے اور بعد میں ظاہر فرما گئے وہ ان میں پہلے سے موجود ہی نہ تھے۔ جس وقت اظہار فرمائے اسی وقت دیئے گئے تھے۔ رابعاً یہ کہاں سے اور کس دلیل سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ سے جو بعض امور بطور خرق عادت بعض اوقات ظاہر ہوئے وہ آنی الحصول اور آنی الوجود تھے۔ اور اس وقت سے پہلے ولی مطلق و نبی برحق عین حقیقت و حقیقت کمال صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکے فاقد تھے۔ حالانکہ مقام ختم نبوت وہ مقام عالی و ارفع ہے کہ میری اور آپ کی کیا مجال کہ اُس کا احاطہ کر سکیں ملک مقرب بھی اُس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اور خاتم النبیینؐ تمام انواع علوم و طرق تعلیم رکھتے ہیں کہ منجملہ اُنکے ایک وہ ہے جو صادقہ ہے۔ کون اُن کی نسبت حکم لگا سکتا ہے کہ کونسے علوم کس وقت اور کس طریقے سے حاصل ہوئے۔ الا وہ جس کی حضرتؐ نے خود خبر دی ہو اُس سے آگے قدم بڑھانا خلاف تدین ہے۔ پس اگر پیغمبرؐ نے یہ فرما دیا ہے کہ میں قبل بعثت لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا تو کسی کو اسکے تسلیم کرنے میں عذر نہیں ہو سکتا۔ لیکن قیاسات مخترعہ سے کبھی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نفی کسی علم خاص کی ثابت نہیں ہو سکتی ؛ ۔

فاضلین بار بار اس کو کہتے ہیں کہ انبیاء اور اُنکے اوصیاء کامل بلکہ اکمل ہوتے ہیں چنانچہ جناب عمدۃ الافاضل فرماتے ہیں ۔ بالجملہ تحقیق مقام یہ ہے ۔ کہ انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام قبل از بعثت ووصایت بلکہ قبل از ولادت بحیثیت نورانیت خلقت وافاضہ جناب احدیت ان کمالات سے جو باعتبار اپنی نبوت ووصایت خاصہ کے لازمی ہیں کمل ہوتے ہیں گ

یہ عبارت بالکل جناب مولانا مولوی سید محسن علی صاحب کے موافق ومؤید بعینہ یہی وہ فرماتے ہیں اور یہی انکا دعوےٰ ہے جس کو نہایت وضاحت کیساتھ جناب عمدۃ الافاضلین تسلیم کر رہے ہیں اور یہی عبارت انکی جسکو وہ اکتساب یا جہالت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں مگر چونکہ فاضل نے اسکو محسوس کیا ہے اور سمجھ گئے ہیں کہ اس اقرار سے انکے تمام دعاوی بمقابلہ مولوی محسن علی صاحب رد و باطل ہو جاتے ہیں ۔ لہٰذا سخن پروری کی غرض اور اپنی ندامت مٹانیکے لئے اس صحیح اور حق عبارت کے بعد ایکدم یہ لکھاتے ہیں یہ لیکن بشری حیثیت سے بعض ملکات کا اُن میں بالفعل موجود نہ ہونا یا بعض ازمنہ محدودہ تک نہ پایا جانا کچھ انکے کمال کا منافی نہیں ہے یہ ہم نہیں جانتے کہ بشری حیثیت کیا چیز ہے ؟ اور کس جانور کا نام ؟ اس اقرار کے بعد کہ وہ تمام کمالات سے قبل خلقت اکمل ہوتے ہیں یہ کہنا " لیکن بشری حیثیت سے بعض ملکات ان میں نہیں ہوتے " محض لغو و مہمل و بے معنی ہے جب یہ تسلیم کیا جا رہا ہے کہ ان کمالات سے جو باعتبار اپنی نبوت یا وصایت خاصہ کے لازمی ہیں مکمل ہوتے ہیں ۔ تو پھر وہ کونسے کمالات باقی رہ گئے جنکے لئے اکتساب کی ضرورت محسوس آتی اور ان سے بلا اکتساب عن الغیر وہ جاہل قرار پائے کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ قبل از خلقت یہ حضرات جملہ کمالات ضرور یہ خاصہ سے مکمل ہوتے ہیں لیکن عالم ظاہری جسمانی اور صورت بشری میں آکر جاہل مطلق بن جاتے ہیں اور محتاج کسب و اکتساب ہوتے ہیں اور بشری حیثیت آجاتی ہے اگر ایسا ہے تو خداوند عالم کا انکو قبل از خلقت وہ کمالات عطا کرنا محض لغو و بیفائدہ ٹھہرا ۔ کیا فائدہ ہوا ان کمالات کے اولاً عطا کرنیسے اور بعد ازاں سلب کر کے محتاج اکتساب قرار دینے سے ۔ جب اُن میں وہ نورانیت خاصہ اور فیضان خاص الٰہی حصول علوم و کمالات کیلئے موجود ہے جو دوسرے انسانوں میں نہیں ہے ۔ تو پھر وہ دوسرے انسانوں کی طرح محتاج اکتساب کیوں ہیں ۔ وہ ہی نورانیت وافاضہ جناب احدیت اُن ملکات کے حصول میں بھی کیوں کافی نہیں ۔ ؟ کیا یہ صریح تناقض نہیں ہے کہ وہ باعتبار نورانیت تمام علوم کے عالم ہوتے ہیں جو اُن کی نبوت و امامت کیلئے ضروری ہیں

اور پھر باعتبار بشریت بعض علوم سے جاہل اور بعض ملکات کے فاقد۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ انسان جاہل بھی ہو اور عالم بھی۔ علاوہ ازیں ہم سب باتوں کو تسلیم کئے لیتے ہیں آپ اس کا مدرک و منشاء بتلایئے کہ کونسی آیت یا حدیث اس پر دال ہے کہ انبیاء و اوصیاء جملہ کمالات ضروریہ سے قبل بعثت بلکہ قبل ولادت مکمل ہوتے ہیں اور بشری حیثیت سے بعض کمالات کے فاقد۔ ورنہ ہم کہینگے " آللّٰہ اذن لکم ام علی اللّٰہ تفترون " سوائے اسکے نہیں ہے کہ یہ قیاسات محضہ ہیں جن کا کوئی مدرک و منشاء نہیں۔ الّا یہ کہ کسی طرح بات رہجائے اور حق و باطل مخلوط :۔

ناظلین اس پر غور فرمائیں اور کتب معارف و آیات بینات فرقان حمید میں نظر کریں تو معلوم ہوگا۔ کہ ہم میں اور ان برگزیدگان خدا میں یہی فرق ہے کہ ہمارے ذرائع تحصیل علوم۔ کان آنکھ اور دل ہیں اور انکے لئے ذریعہ علوم و کمالات روح قدس نورانی پس وہ تمام علوم اسی روحانیت و نورانیت سے حاصل کرتے ہیں نہ کہ انکے علوم ان اسباب آلات ظاہریہ پر موقوف۔ چنانچہ ہم مقامات میں ثابت کرچکے ہیں اور آیہ شریفہ مشتمل بر حالات اول خلقت اس پر بالصراحت دال ہے " کما قال عزّ من قائلہ الذی احسن کل شیٔ خلقہ وبدء خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مھین ثم نفخ فیہ من روحہ وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ الخ " بکمال صراحت اس آیت میں ذریعہ حصول علم حضرت آدم نفخ روح قرار دیا ہے اور ہمارے تحصیل علوم کے اسباب و آلات۔ کان۔ آنکھ۔ دل ؛۔

ہاں وہ بشر ضرور ہیں اور بشری حیثیت بھی رکھتے ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں۔ چلتے ہیں۔ پھرتے ہیں۔ سوتے ہیں۔ جاگتے ہیں۔ ہنستے ہیں۔ روتے ہیں۔ خوش ہوتے ہیں۔ غضبناک ہوتے ہیں اور بطریق حلال عورتوں کے پاس جاتے ہیں۔ بول و براز کرتے ہیں۔ یہ لوازمات بشریہ ہیں اور ان میں وہ ہمارے شریک ہیں لیکن حقیقتاً مثل ہمارے نہیں بلکہ ان حیثیات میں بھی ہم میں اور ان میں بہت فرق ہے۔ ملاحظہ ہوں۔ صفات امام و پیغمبر نہ کبھی جنب ہوتے ہیں اور نہ محتلم اور ان کی آنکھیں سوتی اور دل بیدار رہتے ہیں وہ پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح آگے سے اور زمین انکے بول و براز کے بلع کرنے پر موکل ہے۔ وہ بشر ہیں مگر بشر روحانی و نورانی۔ ہماری بشریت اور انکی بشریت میں بھی ایسا ہی فرق ہے جیسا ہماری حیوانیت اور گھوڑے یا گدھے وغیرھما کی حیوانیت پس ہم حیوان ہیں لیکن نہ مثل گدھے کے ہماری حیوانیت تابع انسانیت و نفس ناطقہ انسانی ہے اور جملہ حرکات حیوانیہ اسکے ماتحت صادر ہوتی ہیں اسی طرح انکی بشریت

تابع روح قدس نبوت و امامت کہ نور محض بلکہ علم محض ہے پس کیا نسبت ہے ہماری بشریت کو اُنکے بشریت سے۔ اور کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ یہ سبب اپنی روحانیت و نورانیت و افاضہ خاصۂ الٰہی عالم و کامل ہو کر پھر بشری حیثیت سے جاہل و ناقص بن جائیں "ان ھذا الا اختلاق" ۔ ملاحظہ ہو مقدمۂ اولیہ اور بیان بشریت انبیاء ؑ) اور اس نورانیت خاصہ کے تسلیم کر لینے اور معنی جنسیت بشریہ کے سمجھ لینے کے بعد یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ وہ محتاج تحصیل بعض ملکات ہوتے ہیں اگرچہ اپنے ہی سلسلے سے ہو۔ اُن کی روحانیت و نورانیت خاصہ کافی ہے تحصیل علوم و افاضہ فیضان الٰہی کیلئے۔ اور یہ اکتساب ہرگز نہیں کہلا تا پیغمبر ؐ نے ایک حرف بولدیا یا اشارہ کر دیا اور ہزارہا ابواب علوم اُسکے وصی کیلئے منکشف ہو گئے جیسا کہ حالات حضرت امیر المومنین علیہ السلام میں اکثر و بیشتر مرقوم ہے (چنانچہ خاتمہ میں مفصل ذکر کرینگے) کوئی احمق بھی اسکو اکتساب نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ عالم و عارف حالات ائمہ یہ ایک قسم موھبیت ہے علوم اکتسابیہ وہی ہیں جو بدیہیات و اولیات سے بعد نظر و فکر حاصل ہوتے ہیں جن کو نیچے نیچے جانتے ہیں۔ علاوہ بریں ہم اس کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ وصی نبی کو نبی سے کسب و اکتساب مذموم و مقبوح نہیں ہے اور بعض علوم وصی نبی کو بواسطہ نبی پہنچتے ہیں۔ لیکن بحث اکتساب غیر از نبی میں ہے جس کا جناب مفتی صاحب نے دعوے کیا ہے کہ جناب امیر ؑ نے ملکہ قرأت و کتابت بنا بر قول اظہر و غیر خدا اور رسول خدا سے اکتساب کیا! واسی پر اعتراض ہے ورنہ اگر وہ یہ فرماتے کہ جناب امیر کو تمام علوم من اللہ و من الرسول حاصل ہوئے تو کوئی اعتراض ہی نہ تھا۔ ہاں غیر نبی سے نبی یا وصی نبی کا کچھ معلوم کرنا جائے اعتراض و محل ایراد ہے۔

امام میں لوازم بشریہ	جو شخص فرمائشات ائمہ علیہم السلام پر اعتقاد رکھتا ہے وہ غور کرے حضرت امیر المومنین ؑ کے اس قول میں جس میں نورانیت و بشریت کا

اظہار فرمایا ہے حضرت سلمان فارسی و ابوذر غفاری سے فرما رہے ہیں "اور ہر ایک شے ہماری اطاعت کرتی ہے۔ حتیٰ کہ زمین و آسمان شمس و قمر و سیارے و ستارے۔ جبال و بحار شجر و حجر حیوانات و نباتات۔ جنت و نار "اعطانا اللہ ذالک کلہ بالاسم الاعظم الذی علمنا و خصنا بہ و مع ھذا کلہ ناکل و نشرب و نمشی فی الاسواق و نعمل ھذہ الاشیاء بامر ربنا و نحن عباد اللہ المکرمون الذین لا یسبقونہ بالقول و ھم بامرہ یعملون۔ وجعلنا معصومین مطھرین و فضلنا علی کثیر من عبادہ المومنین فنحن نقول "الحمد للہ الذی ھدانا لھذا و ما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ و حقت کلمۃ العذاب علی الکافرین

یعنی الماخذین بکل ما اعطانا اللہ من الفضل والاحسان الخ - یہ کل باتیں اللہ تعالےٰ نے ہمیں اُس اسم اعظم کے ذریعہ سے عطا کی ہیں جو ہمیں سکھایا ہے اور جس کو ہم ہی سے مخصوص کیا ہے اور باوجود ان تمام کمالات و اختصاصات (ہم لوازم بشری سے علیحدہ نہیں ہیں) ہم کھاتے ہیں پیتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور امور مذکورہ بالا ہم بامر خدا کرتے ہیں اور ہم ہی خدا کے وہ مکرم و معظم بندے ہیں جو کسی بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ ہم کو اللہ نے معصوم و مطہر بنایا ہے اور اپنے بیشمار مومن بندوں پر فضیلت دی ہے پس ہم کہتے ہیں کہ تمام محامد اسی خدا کیلئے ہیں جس نے ہم کو اسکی ہدایت کی اور اگر وہ ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت پانے والے نہ تھے اور کلمۂ عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ کافرین کے واسطے یعنی اُن لوگوں کے واسطے جو انکار کرتے ہیں ہماری ان تمام فضیلتوں کا جو خدا نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو عطا فرمائی ہیں"

ان چند ہی فقرات میں حضرتؑ نے شان الوہیت و ربوبیت اور اپنی عبودیت و بشریت سب ہی کو بیان فرمایا ہے۔ سمجھنے کو عقل اور اعتقاد کیلئے ایمان صحیح کی ضرورت ہے کہ روحانیت نورانیت ہے اور یہ بشریت۔ نہ یہ کہ وہ بحیثیت بشریت جاہل و فاقد ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ قول ہر حال میں لغو و مہمل اور بے معنی اور متناقض فی نفسہ ہے۔ کہ وہ جملہ کمالات ضروریہ خاصہ سے مکمل ہوتے ہیں باعتبار نورانیت اور جاہل و فاقد بعض کمالات ہوتے ہیں بحیثیت بشری۔ عاقل و عارف و صاحب بصیرت ہرگز یہ فقرہ نہیں کہہ سکتا:-

ہم مقدمات میں بتصریح تمام لکھ آئے ہیں اور بشریت کے معنی کی تشریح کر دی ہے اور علمائے کاملین و محققین کے اقوال بھی نقل کر دیئے ہیں کہ انہوں نے بشریت سے کیا سمجھا ہے بلا شبہ انکی بشریت یہی ہے۔ کہ وہ صورت بشری میں ہوتے ہیں ورنہ فی الحقیقت وہ جملہ اوصاف و قابلیات و استعدادات میں عام انسانوں سے متباین ہوتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ان میں بشریت کے آثار قطعاً مفقود ہوتے ہیں لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ باوجود عالم ہونے کے بشری حیثیت سے جاہل بن جاتے ہیں اور پھر انہیں حواس ظاہریہ سے تحصیل علوم کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کی جسمانیت بھی آپکی روحانیت سے بدرجہا افضل ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے اور اسی وجہ سے یہ تمام خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں کہ آپ ان بزرگواروں کو بشریت عامہ کے فوق کوئی درجہ نہیں دیتے اور بالکل اپنا ہی جیسا انسان سمجھتے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ ان کو بعض باتیں نورانی طور پر معلوم ہو جاتی ہیں۔ ورنہ وہ ہماری طرح حواس ظاہرہ سے تحصیل کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ علم میں ترقی کر جاتے ہیں اور اسی طرح نفوس ناقصہ رکھتے ہیں اور وہ

شدہ شدہ کامل بن جاتے ہیں اگر امام یا نبی کی ادنیٰ معرفت بھی حاصل ہوتی اور اُن کی روحانیتُ نورانیت سے
واقف ہوتے اور تحت خالق وفوق مخلوق کوئی ہستی سمجھتے تو ایسے تخیلات و توہمات سے آج اُنکی نبوتؐ امامت
کو اس طرح نشانہ تیر جہالت نہ بناتے اور اس طرح اُن کی شان نہ مٹاتے اور فطری طور پر انہیں مکمل تسلیم
کرنیکے بعد محض نافہمی کی بنا پر انہیں بشریت کی حیثیت سے جاہل اور محتاج تعلیم سمجھ کر اس ظاہر یہ نہ لکھتے ان قیاسات
کو چھوڑ کر خود انہی معاون علوم کی اقوال میں تدبر فرماتے "فان دین اللہ لا یصاب بالقیاس"

آیہ ما کنت تتلوا وغیرہ سے استدلال

ناظرین غور فرمائیں کہ فاضلین کے مضامین جن میں شبہات
یا اعتراضات کیطرف اشارہ ہے اور جو دلائل انہوں نے اپنے
مدعا پر ذکر کی ہیں ان سب کا جواب رد اس میں آچکا ہے صرف اہم استدلالات اُنکے آیہ کریمہ "وما کنت
تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون" اور آیہ شریفہ "ما کنت
تدری ما الکتاب ولا الایمان" ہے لیکن ادنیٰ تامل و تدبیر سے ناظر بصیر پر واضح ہو جاتا ہے کہ ان
آیات میں سے کوئی بھی در اصل اُنکے مدعا کی مثبت نہیں۔ آیہ اولیٰ کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ اے پیغمبر اس سے
پہلے نہ تو کسی کتاب کو پڑھتا تھا اور نہ تو اس کو اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا (یا لکھتا ہے) اگر ایسا ہوتا تو مبطلین
اس میں شک کرتے۔" یعنی اگر ایسا ہوتا کہ تو حسب عادت خلق پہلے سے کوئی کتاب پڑھتا یا اس کو خود
لکھتا۔ تو ان کو شک کا موقع مل جاتا اور کہ سکتے کہ پہلی کتب سے لکھ پڑھکر قرآن جمع کر لیا ہے۔ آیت
کا مضمون بالکل صاف صحیح ہے کہ قرآن ایسا نہیں ہے جس کو تو نے دوسری کتب سے پڑھکر جمع کر لیا ہو
اور اپنے آپ اپنی طرف سے لکھ لیا اگر ایسا ہوتا تو حجت ان پر تمام نہ ہوتی اور ان کو شک کرنیکا کافی موقع مل
جاتا اور وہ کہ سکتے کہ یہ قرآن منزل من اللہ نہیں ہے۔ خود پیغمبر نے دوسری کتب سے جمع کر لیا ہے اور
خود لکھ لیا ہے۔ اس آیت میں اس سے کوئی بحث نہیں ہے کہ اے پیغمبر تو قبل بعثت لکھنا پڑھنا نہیں
جانتا تھا اور تو لکھنے پڑھنے پر قادر نہ تھا اور ملکہ قرأت و کتابت نہ رکھتا تھا اور اس پر قادر نہ تھا
کہ کوئی تحریر لکھ پڑھ سکے۔ یہاں صرف نفی فعلیت کو دکھلایا گیا ہے کہ پیغمبر نے ایسا نہیں کیا کہ کتب سے
پڑھکر مضامین جمع کر لئے ہوں اور خود لکھ لیا ہو۔ اور نفی فعلیت حسب قواعد مسلمہ عقلائی دو طرح پر
ہو سکتی ہے۔ ایک اس طرح پر کہ پڑھنا لکھنا ہی نہ جانتا ہو اور اس میں یہ ملکہ ہی نہ ہو کہ کسی تحریر کو پڑھ سکے
یا لکھ سکے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جس میں ملکہ قرأت و کتابت نہ ہو تو بطریق مروج قرأت و کتابت نہیں کر
سکتا۔ دوسرے اس طرح پر کہ اس میں ملکہ قرأت و کتابت ہو اور وہ لکھ پڑھ سکتا ہو لیکن کسی مصلحت
سے یا کسی حکم سے وہ ایسا نہیں کرتا۔ پس ہو سکتا ہے کہ پیغمبر ملکہ قرأت و کتابت رکھتے ہوں جس طرح

سے اور علوم کے عالم اور صاحب نبوت مطلقہ تھے لیکن من جانب اللہ اس مصلحت کی وجہ سے مامور ہول کہ قرأت وکتابت ظاہر نہ فرمائیں۔ کہ ایسا کرنیسے مشرکین کو شک کا موقع مل جائیگا جیسا کہ محققین نے اسکی تصریح کی ہے جس کو ہم آئندہ لکھینگے پس جب نفی فعلیت کتابت وقرأت دونوطرح ممکن ہے اس طرح کہ جانتا ہی نہ ہو اور اس طرح بھی کہ جانتا ہو۔ مگر کسی مصلحت سے نہ کرے یا نہ کرنے پر مامور ہو۔ اور شان خاتم النبیین کے یہی مناسب ہے۔ کہ جس طرح اور علوم وفنون وکمالات انکو پہلے سے حاصل تھے اور انکو ظاہر نہیں فرماتے تھے اور کوئی شخص واقف نہ تھا اسی طرح یہ علم بھی رکھتے تھے اور صاحب ملکۂ قرأت وکتابت تھے لیکن ظاہر نہ فرماتے تھے اور اس پر مامور تھے۔ من جانب اللہ اور مصلحت ظاہر ہی ہے کہ ظاہر کرنیسے مشرکین ومخالفین کو شک کا موقع ملتا تھا۔

چنانچہ بعض مفسرین نے یہی لکھا ہے۔ اور ابو السعود اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ما کنت تتلوا الخ اے ولا تقدر علی ان تخطہ بیمینک حیثما ھوالمعتاد اوما کانت عادتک ان تتلوہ ولا ان تخطہ ۔ یعنی تو اس پر قادر نہ تھا کہ لکھے جیسا کہ عادت عوام الناس ہے کہ جس نے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا وہ لکھ پڑھ نہیں سکتا۔ یا تیری عادت نہ تھی اور تو پڑھا نہ کرتا تھا اور نہ لکھتا تھا یعنی قادر تھا مگر ایسا کرتا نہ تھا کہ لکھے یا پڑھے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک بھی یہ مسلم نہیں ہے کہ یہ آیت نفی علم قرأت وکتابت پر دال ہے بلکہ نفی فعلیت پر دال ہے اور اعم ہے خواہ نفی علم سے ہو یا نفی عادت اور نہ کرنے سے پس یہ بالکل غلط ہے کہ آیت قطعی طور پر نفی ملکۂ قرأت وکتابت پر دال ہے بنا بریں فاضلین کی مؤید آیت نہ ہوگی بلکہ قول جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کہ صرف انہوں ہی نے اس آیت سے اس پر استدلال کیا ہے۔ اور انہی کے قول کو علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں نقل کیا ہے۔ اور اپنے عقیدے کو صراحتہ ظاہر نہیں کیا ہے کہ کیا ہے۔ اور اسی کو جناب علامہ مجلسی نے ششم بحار میں اور دیگر مقامات پر نقل کیا ہے لیکن اپنے اعتقاد کی تصریح فرمادی جیسا کہ مذکور ہوگا۔ اور جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اعلے اللہ مقامہ کا قول چونکہ مستند ومؤید بقول پیغمبر یا امام نہیں اسلئے ہمارے لئے مقام احتجاج میں ہرگز سند نہیں ہو سکتا:۔

اور یہ رائے انکی غالباً اسی بنا پر ہے کہ انکا خیال یہ ہوگیا ہے کہ پیغمبر لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے اور یہ خیال انکا اس بنا پر ہے کہ انکے نزدیک اگر پیغمبر لکھنا پڑھنا جانتے ہوں تو مبطلین کو شک کا موقع مل جاتا ہے۔ لہذا انہوں نے نفی فعلیت کی دو صورتوں میں سے اپنے مقصد ومدعا کے موافق صرف ایک صورت کو اختیار کیا کہ پیغمبر لکھنا پڑھنا جانتے ہی نہ تھے۔ اور اسلئے انہوں نے آیت کا ترجمہ

موافق اعتقاد خود اس طرح کیا۔ کہ اے پیغمبر نہ تو پڑھ سکتا تھا اور نہ لکھ سکتا تھا اور جب یہ کہ انکا ذاتی خیال اور ذاتی اعتقاد ہے۔ تو مقام بحث و احتجاج میں کیونکر دوسرے کیلئے سند ہو سکتا ہے یہ انکا قول ہے ان کی رائے ہے ہوا کرے ہم تسلیم نہیں کرتے اور نہیں مانتے جبکہ ہمارے نزدیک نہیں بلکہ جملہ محققین کے نزدیک آیت کے معنی دوسری صورت سے اس طرح صحیح ہو سکتے ہیں۔ کہ شان پیغمبری پر کوئی دھبہ نہ آئے اور وہ یہ کہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے لیکن ایسا کرتے نہ تھے اور ایسا نہ کرنے پر مصلحۃً من جانب اللہ مامور تھے:۔

اور جناب سید علیہ الرحمہ کا یہ فرمانا کہ اگر پیغمبر میں ملکہ قرأت وکتابت موجود ہوتا مبطلین کو شک کا موقع مل جاتا خواہ پیغمبر اسکو ظاہر فرماتے یا نہ فرماتے کسی طرح صحیح نہیں ہے اس پر چند ایراد وارد ہوتے ہیں:۔ اولاً یہ استدلال جناب سید علیہ الرحمہ کا جس کو جناب عمدۃ الافاضل نے پیش کیا ہے اس وقت درست ہو سکتا ہے کہ کفار و مشرکین عرب عالم الغیب ہوں کیونکہ حضرت کے ملکہ قرأت وکتابت کا علم جو ایک کیفیت نفسانی اور صفت باطنی ہے دوسروں کو تین ہی طریقے سے ہو سکتا ہے۔ یا تو اس شخص کو کسی سے یہ ملکہ تحصیل کرتے اور سیکھتے ہوئے دیکھا جائے۔ یا خود اس کو لکھتے پڑھتے دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ فلاں شخص میں یہ ملکہ موجود ہے۔ یا وہ عالم الغیب اور بذریعہ علم غیب اُسکے باطن کا حال معلوم کرلیں کہ فلاں شخص میں فلاں علم موجود ہے۔ پہلی دو تو صورتیں یقیناً یہاں مفقود ہیں کیونکہ نہ تو کفار و مشرکین نے آنحضرتؐ کو کسی کے پاس لکھتے پڑھتے دیکھا تھا اور نہ خود حضرت کو قرأت وکتابت فرماتے دیکھا پھر اُن کو کس طرح علم ہو سکتا ہے کہ حضرتؐ میں فلاں علم و فلاں ملکہ موجود ہے سوائے اسکے کہ وہ عالم الغیب ہوں اور بذریعہ غیب دانی معلوم کرلیں کہ حضرتؐ میں ملکہ قرأت وکتابت موجود ہے اور بنابریں وہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے سے اور پیغمبرؐ کی صداقت میں شک کریں اور کہہ سکیں کہ یہ کتاب منزل من اللہ نہیں ہے خود پیغمبر نے لکھ لی ہے اور دوسری کتب سے پڑھکر جمع کر لی ہے پس اس صورت میں بخیال اڈیٹر صاحب العوارف آیہ کا یہ مطلب ہوگا کہ خدا فرماتا ہے۔ کہ اے محمدؐ اگر تم قبل البعثت ملکہ قرأت وکتابت رکھتے ہوتے تو مبطلین بہ سبب علم غیب تمہارے باطن پر مطلع ہو کر اسکو معلوم کر لیتے اور اب جو تم بعد بعثت تلاوت قرآن کرتے ہو تو کہتے کہ تم نے دوسری کتب سے جمع کر لیا ہے:۔

تعجب ہے کہ مبطلین اسلام کفار و مشرکین آنحضرتؐ کے مقامات نفسانیہ باطنیہ یعنی ملکہ قرأت وکتابت پر جو ایک غیر محسوس شے ہے واقف ہو جاتے۔ مگر اس جنابؐ کے مرتبہ نبوت پر جو ابتدائے عالم سے انہیں حاصل تھا مطلع نہ ہوتے۔ حالانکہ علم قرأت وکتابت بمقابلہ کمالات نبوت مطلقہ کلیہ کوئی

شے نہیں اور قطرہ و دریا کی بھی نسبت نہیں۔ بلکہ دریائے ناپیدا کنار کمالات نبوت کے مقابلہ میں علم قرأت و کتابت ایک قطرہ کی مثال ہے کس طرح سے مشرکین و کفار قرأت و کتابت کے ذرۂ ناچیز سے مطلع ہو گئے اور نبوت کے دریائے بے پایاں سے آگاہ نہ ہوئے۔ شاید اسی ایراد کے وارد ہونیکے خیال سے جناب ممتاز الافاضل صاحب نے فرمایا ہے اور قبل بعثت آنحضرتؐ سے نبوت بلکہ ایمان کی بھی نفی فرما دی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

"رابعاً اگر یہی دعوےٰ ہے (یعنی کہ آنحضرتؐ قبل بعثت لکھنا پڑھنا جانتے تھے یا عالم تھے) تو آیہ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان کیلئے کوئی معنی نہیں ہو سکتے" کیونکہ انکے نزدیک اور انکی قرارداد کے موافق آیہ مجیدہ کا ترجمہ یہ ہوا۔ کہ محمدؐ تو قبل بعثت تا عمر چہل سال نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا شے ہے یعنی نہ عالم تھا یا نہ لکھنا پڑھنا جانتا تھا اور نہ مومن تھا بلکہ ایمان سے واقف بھی نہ تھا کہ ایمان کیا شے ہے۔ جناب ممتاز الافاضل صاحب یہی وہ عجیب و غریب استدلال ہے جس نے نہ صرف اہل پنجاب بلکہ جملہ اہل ایمان کے دلوں کو خون کر دیا۔ سید المرسلین و خاتم النبیینؐ کو دولت ایمان سے چالیس سال محض بے بہرہ رکھنا اور انکو بے ایمان کہنا شاید ممتاز الافاضل یا انکے ہم خیالوں کے نزدیک معمولی بات ہو کیونکہ نبی کو آپ ہی جیسا ایک انسان جانتے ہیں لیکن وہ مومنین و عارفین جو نور ایمان دلوں میں رکھتے ہیں اور مقامات نبوت مطلقہ و ختم نبوت کو منتہائے ترقی نبوت و اقصائے ترقی ممکنات جانتے ہیں۔ کہ ذات پاک حبیب خدا اول مخلوق و مصنوع۔ اصل ایمان۔ و عین ایمان و مرکز ایمان و منبع ایمان ہے ہر ایک مخلوق اسی کے تعلیم سے ایمان لایا ہے اگر یہ وجود پاک نہ ہوتا تو ملائکہ بھی نہ جانتے کہ کس طرح خدا کی تسبیح و تقدیس و تہلیل و تمجید کیجائے۔ پس وہ مجسمۂ ایمان و ایقان ہے اور وہ ہی وارائے روح اعظم نبوتی ہے جو نفس حقیقۃ نوریہ علمیہ یقینی ایمان و اسلام ہے۔ انکے نزدیک کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ذات اقدس نبوی چالیس سال ایمان سے بے بہرہ رہے اور مثل دیگر عوام الناس کے گمراہ و کافر (نعوذ باللہ من ذالک) اس تحریر اور اس استدلال و اس بیان سے مومنین کو جو کچھ صدمہ و ملال کہ پہنچے وہ کم ہے اور وہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ حضرات اپنی عزت و وجاہت کے مقابلہ میں نبی و امام کی کچھ وقعت نہیں رکھتا اور انکی توہین و تذلیل کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور اسلئے وہ مطعون نہ ہونگے اگر وہ ایسے اشخاص کو کچھ کہدیں۔ کیونکہ مقابلہ ذات پاک محمدی اور ایک ادنیٰ امتی کا ہے خواہ وہ کیسا ہی عالم کیوں نہ ہو اسلئے قابل لعن و طعن وہ شخص نہ ہوگا۔ جو ایسے حضرات کو کچھ کہے بلکہ وہ ہوگا جو آنحضرتؐ کی کھلم کھلا توہین و تذلیل کرتا ہے۔ کیسے افسوس کا مقام ہے کہ آنحضرت صلعم کو چالیس سال تک بے ایمان جاننے والا اور انکو

جاہل کہنے والا مستحق عتاب ہو بلکہ آنحضرتؐ سے اعتراضات کو دفع کرنیوالا اور ان حضرات کے اقوال کورد کرنیوالا مستوجب لعن و طعن و عقاب و عتاب ٹھیرے اور اُس کو کہا جائے کہ وہ علماء کی توہین کرتا ہے اور علماء کی توہین حضرات معصومینؑ کی توہین ہے اور اُنکی توہین کرنیوالا کافر لیکن کھلم کھلا حضرات خدا ہیں نبوئی کی توہین کرنیوالا اور سائمہؑ کو گنہگار قرار دینے والا۔ عالم فاضل متدین متشرع مستحق ہزار آفرین و تحسین ہے اسلئے یہاں کہا جا سکتا ہے کہ ایسا جاننے والے علماء کو حضرات معصومینؑ سے کہیں افضل جانتے ہیں اور علماء کے مقابلہ میں اُنکی ذرا بھی پروا نہیں کرتے۔

ممتاز الافاضل صاحب کا استدلال وہ استدلال ہے جس سے مومن کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دل سینے میں تڑپنے لگتے ہیں اور جگر خون ہو جاتے ہیں اور جب خیال کرتا ہے تو خون کے آنسو روتا ہے۔ صدر اسلام سے آجتک کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں ہوا کہ آنحضرتؐ چالیس سال دولت ایمان سے بے بہرہ تھے۔ سوائے تین شخصوں۔ سدی و کلبی و مجاہد کے جنکا ذکر امام رازی نے اپنے تفسیر میں کیا ہے اور کہا ہے۔ فاعلم ان بعض الناس ذھب انہ کان کافراً فی اول الامر ثم ھداہ اللہ وجعلہ نبیا۔ قال الکلبی وجدک ضالاً یعنی کافراً فی قوم ضال فھداک للتوحید وقال السدی کان علی دین قومہ اربعین سنۃ وقال مجاھد وجدک ضالاً من الھدی فھداک لدینہ احتجوا علی ذالک بآیات اخرمنھا قولہ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔ غرض ان تین شخصوں۔ کلبی۔ سدی اور مجاہد کے سوا اور کوئی اس عقیدہ باطلہ کا قائل نہیں۔ بعد مدت مدید جناب ممتاز الافاضل اُنکے ہم خیال پیدا ہوئے۔ پھر اُنکے مؤید جناب علامہ کنتوری جنہوں نے اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے جیسا کہ اُنکی تحریرات میں ذکر آئیگا اور اس آیت پر بھی پوری بحث دوسرے ہی مقام پر کیجائیگی۔ یہاں صرف اتنا ہی کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ یہاں یہ آیت بھی جناب فاضلین کی تائید نہیں کرتی۔ کیونکہ اگر آیہ مجیدہ میں کتاب سے مراد کتابت لی جائے۔ علاوہ اسکے کتابت کا مقابلہ ایمان سے محض بے معنی اور لغو ہے۔ جناب ممتاز الافاضل کا وہ استدلال باطل ٹھیرتا ہے جس میں انہوں نے جناب مولوی محسن علی صاحب پر اعتراض کرتے ہوئے اور اُن کے استدلال کو باطل ٹھیراتے ہوئے فرمایا ہے کہ مدلول آیہ مجیدہ آتانی الکتاب کا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس وقت انجیل کا علم رکھتے تھے اسکو قرأت و کتابت سے کیا تعلق ہے اور اگر کتاب سے مراد جناب مستدل کی علم کتاب ہے تو نفی قرأت و کتابت پر اس سے استدلال غیر معقول بلکہ یہ کہا جائے کہ جناب ممتاز الافاضل نے اس آیت سے نفی مطلق علم خاتم النبیین پر استدلال کیا ہے اور مطلب

یہ ہے کہ آنحضرتؐ قبل بعثت جاہل مطلق تھے کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور ایمان سے بھی واقف نہیں تھے اور اس سے ضمناً یہ ثابت ہوا کہ علم قرأت وکتابت بھی نہ رکھتے تھے۔ عام کی نفی میں خاص داخل ہے اور مطلق کے منتفی ہونے سے مقید خود منفی ہو جاتا ہے پس اگر یہی اعتقاد ہے تو پھر قرأت وکتابت کی بحث ہی فضول ہے۔ کیونکہ جب پیغمبرؐ چالیس سال تک جاہل محض اور ایمان سے بے بہرہ ٹھیرے۔ تو انکے لئے اثبات علم قرأت وکتابت کیا معنی اور اس سے کیا فائدہ ایک جاہل مطلق (معاذ اللہ) لکھنا پڑھنا جانتا بھی ہو تو کونسی فضیلت ہے۔ کیوں حضرات یہی مقام ہیں جن کی وجہ سے اہل پنجاب پر اعتراضات ولعن طعن کی بہر بار بوچھاڑ ہو رہی ہے کہ وہ آنحضرت کو جاہل حبلے ایمان تسلیم نہیں کرتے اور جناب ممتاز الافاضل کے اس استدلال کو نہیں مانتے اگر حمایت اسلام وبانی اسلام ہی موجب توہین وتذلیل وزجر وتوبیخ ہے۔ تو یہ توہین ہر ایک مومن کو مبارک ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بہر حال آیہ مجیدہ کسی طرح انکے دعوے کی مؤید نہیں ہے اور آیہ مذکورۃ الصدر ماتتلوا من قبلہ الخ کی بابت عرض کر چکے ہیں کہ وہ قطعی طور پر اس پر دلالت نہیں کرتی کہ حضرتؐ قبل بعثت قرأت وکتابت سے ناواقف تھے اور نفی ریب اظہار قرآت وکتابت پر موقوف ہے نہ ملکہ قرأت وکتابت پر الا اینکہ مبطلین اسلام کے عالم الغیب ہونیکے قائل ہوں ورنہ ملکہ ایک صفت باطنیہ ہے اسکی مشرکین وکفار کو کیا خبر ہو سکتی ہے اور اس واسطے جناب علم الھدیٰؒ یا علامہ طبرسی کا استدراک صحیح نہیں اور جب انکا مدرک درست نہیں ہے اور مؤید ومستند باحادیث نبوی واہلبیت علیہم السلام نہیں تو آپ کا اس سے استدلال لاتا بناء الفاسد علی الفاسد ہوگا اور اسلئے باطل محض ہوگا نفی فعلیت قرأت وکتابت نفی مطلق ملکہ قرأت وکتابت کو مستلزم نہیں۔ خدا فعلیت کی نفی فرماتا ہے نہ کہ ملکہ یا استعداد کی۔ اگر کسی اور شخص کی بابت بھی یہ کہا جائے کہ ماکنت تقرء من قبل۔ تو پہلے پڑھا نہ کرتا تھا۔ تو اسکے ہرگز یہ معنی نہیں کہ اس شخص میں پڑھنے کی قوت ہی نہ تھی اور وہ اس پر قادر ہی نہ تھا۔ یا اگر یوں کہا جائے۔ ماکنت تزنی۔ ماکنت تشرب الخمر۔ تو پہلے زنا نہ کرتا تھا۔ یا تو پہلے شراب نہ پیتا تھا۔ تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ تو پہلے زنا یا شراب پینے پر قادر ہی نہ تھا اور کر ہی نہ سکتا۔ یا پی ہی نہ سکتا تھا۔ ممکن ہے کہ اس میں اس کی قدرت ہو اور نہ کرتا ہو اور ممکن ہے کہ پیغمبرؐ میں ملکہ قرأت وکتابت ہو اور اسکو ظاہر نہ فرماتے ہوں اور یقیناً ایسا ہی تھا

عالم تھے مگر عدم اظہار پر مامور تھے اور ایک چیز کے اثر کا ظاہر نہ ہونا اُسکے عدم کی دلیل نہیں اور اگر ایسا ہے کہ کسی شے کا ظاہر نہ ہونا اُسکے نہ ہونے کی دلیل ہے۔ تو مناسب ہے کہ قبل اظہار نبوت خاتم النبیین کا انکار کر دیا جائے۔ صاف کہ دیجیئے کہ پیغمبر قبل بعثت نبی نہ تھے۔ ثانیاً دوسری آیت اس دعویٰ کی نفی کرتی ہے۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ قل لو شاء اللہ ما تلوتہ علیکم و ما ادرٰکم بہٖ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہٖ افلا تعقلون "یعنی کہدو اے پیغمبر کہ اگر خدا چاہتا تو میں اس قرآن کو تم پر تلاوت نہ کرتا اور تم کو اس قرآن سے آگاہ نہ کرتا تحقیق کہ اس سے پہلے میں ایک مدت تک تم میں رہا ہوں۔ پس تم کیوں عقل سے کام نہیں لیتے۔ مطلب صاف ہے کہ اب میں خدا ہی کے حکم سے تم کو دعوت دے رہا ہوں اور قرآن تم پر تلاوت کر رہا ہوں اگر خدا نہ چاہتا تو میں اب بھی تلاوت نہ کرتا جس طرح کہ ایک عمر تک تم میں رہا اور کچھ ظاہر نہ کیا اور قرآن کو تلاوت نہ کیا۔ حالانکہ میں عالم قرآن تھا اور تلاوت کر سکتا تھا۔ لیکن خدا کا حکم نہ تھا اسلئے پہلے تلاوت نہ کیا اب حکم خدا ہو گیا اب تلاوت کر رہا ہوں۔ پس جو کچھ کہ میں کر رہا ہوں بحکم خدا ہی ہے:۔

یہاں آنحضرتؐ نے تلاوت خاص یعنی تلاوت علی الناس کو مشیت ایزدی پر معلق فرمایا ہے اور تلاوت خاص ہی کی نفی فرمائی ہے اور مسلم ہے کہ نفی خاص سے عام کی نفی نہیں ہوتی بلکہ بالعکس ہے پس آیہ مجیدہ ما کنت تتلوا الخ میں نفی خاص سے نفی مطلق ملکہ قرأت و کتابت ہرگز لازم نہیں آتی۔ پس جس طرح حضرتؐ قبل بعثت تلاوت فرما سکتے تھے۔ مگر لوگوں پر تلاوت نہ فرماتے تھے اسی طرح حضورؐ ملکہ قرأت خط و کتابت رکھتے تھے مگر ظاہر نہ کرتے تھے اور عدم ظہور اثر نفی مابہ الاثر کو مستلزم نہیں:۔

ثالثاً۔ اگر مقصود اس استدلال سے کہ قبل نزول قرآن حضرتؐ ملکہ قرأت و کتابت نہ رکھتے تھے۔ نفی مطلق قرأت و کتابت بایں معنی کہ آپ بالکل پڑھنا ہی نہیں جانتے تھے خواہ کتاب دیکھکر یا بلا دیکھے قرأت عنوان۔ تو یہ قول پہلے ہی ہم رد کر چکے ہیں اور اگر مقصود یہ ہے کہ کتاب دیکھکر خطوط و نقوش کو نہ پڑھ سکتے تھے اور بعد نزول [illegible] ن یہ ملکہ آپ کو حاصل ہو گیا تو یہ استدلال اقوت میں صحیح و ممکن ہو سکتا ہے۔ جبکہ آپ اس بات کے قائل ہوں کہ قرآن لکھا لکھایا نازل ہوا ہے اور حضرت اس لکھے ہوئے کو تلاوت فرماتے تھے۔ یا غیر مکتوب نازل ہوا تھا لیکن حضرت خود اپنے ہاتھ سے لکھتے جاتے تھے اور تلاوت فرماتے تھے۔ ورنہ قرآن کے نازل ہونے کے معنی

آپ کا قرآت وکتابت خطوط ونقوش کا عالم ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا ہے نفس بعثت اس امر کی دلیل نہیں ہے۔ کہ حضرت مبعوث برسالت ہوتے ہی عالم علم قرآت وکتابت ہو گئے جبکہ آپ کے نزدیک قرآت وکتابت ایسی چیز نہیں ہے جس پر تبلیغ موقوف ہو جبتک کوئی دلیل خارجی اس پر قایم نہ کریں۔ اور دلائل جو پیش کی گئی ہیں وہ قطعاً قابل توجہ نہیں۔ اور دراصل وہ اثبات مدعا کی دلائل ہی نہیں ہیں اور انکو اس دعوے سے کچھ تعلق ہی نہیں۔ کما بیناہ مراراً اگرچہ عقلاء وصاحبان بصیرت اس امکان کو بھی تسلیم نہیں کرتے کیونکہ جب حضرتؐ کو قبل بعثت نبوت مطلقہ وولایت مطلقہ جو اجل واشرف مقامات ممکن الوجود سے بلکہ منتہائے کمالات ممکنات ہے حاصل تھی اور کسی صلحت کی وجہ سے آپ نے ایک مدت تک اس کا اظہار نہ فرمایا تو اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ مثل دیگر کمالات یہ کمال بھی حضرت میں پہلے ہی سے موجود ہو اور بوجہ مصلحت ظاہر نہ فرماتے ہوں۔ بلکہ ضرور ایسا ہی تھا۔ اور یہی شان خاتم النبیین کے شایاں ہے۔ رابعاً آپ کا یہ فرمانا کہ نفی ریب۔ نفی ملکۂ قرآت وکتابت سے ہوتی ہے۔ مجروح ومقدوح ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا۔ اور نیز اس لئے کہ مبطلین اسلام مشرکین مکہ خدا ورسولؐ کے تصدیق کرنے والے نہ تھے۔ جو خدا کے کہنے پر کہ ہمارا رسول قرآت وکتابت نہیں جانتا فوراً تصدیق کر لیتے۔ اور انکا شک رفع ہو جاتا۔ اور قائل ہو جاتے کہ بیشک رسول لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔ اور یہ کتاب دوسری کتب سے ماخوذ نہیں ہے۔ پس محققین کے نزدیک آیہ مجیدہ کسی طرح اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ آنحضرتؐ کو قبل بعثت ملکہ قرآت وکتابت نہ تھا۔ یا مطلقاً ہر زمانے میں اس ملکہ کے فاقد تھے۔ ہاں۔ چند وجہ سے آیۂ مذکورہ اس پر دال ہے کہ حضرت نے لکھنا پڑھنا کسی سے سیکھا نہیں۔

اولاً۔ مسلمات عقلاء سے ہے کہ اپنے مقابل ومخاصم کو الزام دینے اور اسکو خاموش وساکت کرنیکے لئے اُسکے مسلمات سے استدلال لاتے ہیں اور انہیں امور سے ساکت کرتے ہیں۔ جن کو وہ تسلیم کرتا ہے۔ اور محسوس ومشاہد شے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ اس کو انکار کا موقع نہ ملے اور کوئی حجت باقی نہ رہے اب دیکھنا یہ ہے کہ منکرین ومبطلین کس بات کو حضرتؐ کی نسبت تسلیم کئے ہوئے تھے۔ یہ کہ حضرتؐ نے کسی سے سیکھا نہیں یا یہ کہ حضرتؐ میں ملکہ قرآت وکتابت موجود ہی نہیں۔ اور کونسی شے یقینی ومشاہد ہے۔ یقیناً انکے نزدیک یہ مسلم تھا کہ حضرتؐ نے لکھنا پڑھنا کسی سے سیکھا نہیں۔ کیونکہ ابتدائے عمر سے وہ حضرتؐ کے حالات سے واقف تھے۔ انہی میں نشوونما پائی تھی۔ انہوں نے حضرتؐ کو کسی سے لکھتے پڑھتے نہ دیکھا تھا:-

پس موافق قواعد و اصول مناظرہ اسی سے استدلال بھی لانا ہوگا کہ حضرتؐ نے کسی سے سیکھا نہیں اور اس لئے آیت کا مفہوم یہی ہوگا۔ دوم منکرین اسلام کی حجت اور دعوے یہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ (اساطیر الاولین اکتتبھا) وہ ہی پہلوں کے قصے ہیں جن کو اس نے جمع کر لیا ہے لہذا اسکی نفی کی ضرورت تھی کہ یہ ظاہر کیا جائے کہ ایسا نہیں ہے اور پیغمبرؐ نے کسی کتاب سے نہیں پڑھا ہے اور نہ خود لکھا ہے اور اس طرح سے انکا شبک دفع ہوجائیگا اور اعتراض کا واقعی موقع نہ رہیگا کیونکہ لکھنا پڑھنا دو ہی طرح سے ہوسکتا ہے یا تو کسی سے سیکھے یا خدا موھبۃً و فطرۃً عطا فرمائے اور یہ انکے نزدیک مسلم ہے کہ کسی سے سیکھا نہیں۔ کیونکہ وہ حضرتؐ کے حالات سے واقف تھے ہیں لہذا قہراً و جبراً ماننا پڑیگا۔ کہ ایسے معارف کا بیان کرنا اور ایسے عجیب و غریب قصص و آثار کا نقل کرنا جنکے مثل و نظیر کے لانے سے عقول عقلاء قاصر ہیں اور طاقت بشری سے خارج۔ محض موھبت الٰہی ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس بات کی نفی کی جائے کہ پیغمبرؐ نے نہ ان باتوں کو کسی کتاب سے پڑھا ہے ورنہ خود لکھا ہے۔ یہ جو کچھ بیان کرتا ہے وحی الٰہی ہے اور اسی پر آیت دال ہے اور اس کو نفی ملکہ قرأت وکتابت سے کوئی تعلق نہیں :-

بہر نہج آیت مذکورہ کسی طرح دال نہیں کہ حضرتؐ میں ملکہ قرأت وکتابت نہ تھا اور نہ اس کی نفی کو استدلال سے کچھ غرض ہے۔ اب جنابین فاضلین کے پاس صرف علامہ طبرسی اور شریف مرتضٰی علیہ الرحمہ کا قول رہگیا جو انہوں نے اس آیت کی تفسیر کے تحت میں فرمایا ہے لیکن تفسیر کے دیکھنے والے سے پوشیدہ نہیں ہے کہ علامہ طبرسی رہ نے اس قول کو اپنے مسلمات میں شمار نہیں کیا اور انہوں نے سید علیہ الرحمہ کا قول نقل کیا ہے اس سے یہ ثابت نہیں کہ علامہ طبرسی کا بھی اعتقاد یہی ہے۔ وعلیٰ ھذا القیاس علامہ مجلسی نے بھی ششم بحار میں نقل اقوال کے موقع پر ذکر کیا ہے یہ نہیں کہ انہوں نے اسکو اپنا اعتقاد بتلایا ہو۔ چنانچہ انکا جو عقیدہ ہے وہ دوسرے مقام پر مرقوم ہے اور خاتمہ میں ہم نقل کرینگے۔ بنا بریں اس قول میں صرف جناب سید مرتضٰی علیہ الرحمہ ہی منفرد ہیں اور اس لئے ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ تمام علماء شیعہ کا یہی عقیدہ ہے اور سب کے نزدیک یہ اعتقاد مسلم ہے۔ یہ محض افترا اور بہتان صریح ہے۔ علماء کرام پر دین کا مدار صرف سید علیہ الرحمہ پر نہیں ہے اور نہ سید موصوف آئمہ معصومینؑ میں شمار ہیں کہ جو کچھ وہ فرمائیں وہ ہی عقیدہ جمیع اہل ایمان قرار پا جائے اور مسلمات دین سے شمار ہو۔ سید علیہ الرحمہ کا یہ اجتہاد ہے اور انکی رائے ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہم بھی اسے تسلیم ہی کرلیں۔ خصوصاً جبکہ نفس مفہوم آیہ بلکہ منطوق آیہ سے

خلاف ہو اور کسی حدیث نبوی اور قول امام سے موید و مستند نہ ہو اور علامہ طبرسیؒ بھی اونکے ہم خیال ہی کیوں نہ فرض کر لئے جائیں اور بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ احادیث و روایات اسکے خلاف پر دال ہوں جیسا کہ مذکور ہو چکی۔ لہٰذا قول جناب شیخ طبرسی اور سید علم الہدیٰ رہ ہمارے لئے ہرگز حجت و مستند نہیں اور اگر جناب سید علیہ الرحمہ کی جلالت شان پر نظر کر کے یہ کہا جائے کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس پر ضرور اعتقاد رکھنا چاہیئے اور انکی مخالفت خواہ کسی قول میں کیوں نہ ہو سخت خطرناک ہے اور انکے قول سے انحراف باعثِ ذم و قدح و طعن و تشنیع و موجب خروج از تشیع بلکہ از اسلام ہے۔ تو اولاً یہ قدح و ذم راجع ہوتی ہے۔ جناب شیخ طبرسی کی طرف اور ثانیاً جناب ناصر الملۃ پر کیونکہ وہ بعد بعثت بھی ملکہ قرأت و کتابت کے قائل نہیں محض محتمل قرار دیتے ہیں اور یہ دونو حضرات یقینی طور پر بعد بعثت آنحضرتؐ کیلئے ملکہ قرأت و کتابت کے قائل ہیں۔ لہٰذا دونو بزرگوار سید علیہ الرحمہ کے مخالف ٹھیرے اور انکی مخالفت سخت خطرناک ہے اور اسی طرح بالعکس۔ کیونکہ علم الہدیٰ حضرت ناصر الملۃ کے مخالف ہیں اور انکی مخالفت موجب خروج از تشیع ہے :۔

ثانیاً اس میں شک نہیں کہ جناب علامہ طبرسی۔ و سید علم الہدیٰ جس پایہ و جس جلالت شان کے علماء ہیں وہ عام کو نصیب نہیں لیکن علماء ہیں۔ معصوم نہیں ہیں اور اسلئے ان سے غلطی ممکن ہے اور بڑے بڑے علماء سے غلطیاں ہو گئیں۔ عالم سے غلطی ہو جانا اُس کی شان کے خلاف نہیں۔ ہاں خطا پر اصرار گناہ ہے۔ علاوہ ازیں بہت سے مسائل اور بہت سی احادیث ایسی ہیں جو متقدمین کے زمانے میں مقام تحقیق کو نہ پہنچی تھیں کیونکہ زمانہ مخالف تھا اور وسائل علوم کم۔ مگر زمانہ متاخرین میں محقق ہو گئیں اور مسلمات سے شمار ہونے لگیں جیسا کہ یہ امر کہ ائمہ علیہم السلام کسی مسئلہ اور کسی امر میں اجتہاد نہیں کرتے اور اپنی رائے سے فتویٰ نہیں دیتے۔ آجکل مسلمات شیعہ سے ہے اور ایک بھی اسکے خلاف نہیں لیکن جناب سید علیہ الرحمہ کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسکے قائل تھے کہ امام بھی بعض وقت اجتہاد کرتا ہے اور رائے سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ امام حسینؑ کے متعلق کتاب تنزیہ الانبیاء والائمہؑ میں لکھا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی رائے و اجتہاد سے کام لیا اور کربلا تشریف لیگئے اور اُن کو گمان غالب تھا کہ وہ فتحیاب ہونگے وغیر ذالک۔ (تفصیل کتاب میں ملاحظہ ہو)

آپ انصاف سے فرمایئے۔ کیا کوئی شیعہ آجکل اس کا قائل ہو سکتا ہے ؟

اگر جناب سید علیہ الرحمہ کے اس قول کی تصدیق کیجائے۔ کہ امام حسینؑ اس وجہ سے کربلا گئے تھے کہ انکو گمان غالب تھا کہ وہ فتح پائینگے تو ہم کو سینکڑوں احادیث و روایات کی تکذیب

کرنی پڑتی ہے۔ بلکہ آنحضرتؐ و علی مرتضیٰ و حسن مجتبیٰ علیہم السلام کی تکذیب صریح لازم آتی ہے بلکہ دیگر جملہ انبیاء سابقین کی تکذیب جو سب کے سب خبر دیتے آئے تھے کہ حسینؑ کربلا میں مع اپنے احباب و اصحاب کے شہید و قتل ہو جائینگے۔ علاوہ ازیں خود حضرت امام حسینؑ نے سینکڑوں مرتبہ فرمایا اور از روز روانگی تا ورود عراق کتنی ہی دفعہ اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میں شہید ہونیکو جا رہا ہوں پھر ہم کس طرح تصدیق کر سکتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ فتح کی امید پر کربلا گئے تھے اور اس لئے انہوں نے دیدہ و دانستہ اپنے آپ کو خطرے و جھگڑے میں نہیں ڈالا۔ اگر یہ کہا جائے کہ سید علیہ الرحمہ نے مخالف کے عقیدے کے موافق جواب دیا ہے تب بھی قول سید قابل اعتراض ضرور ہے کہ انہوں نے ایسا جواب دیا جو خلاف شان امامت اور خلاف اصول مذہب شیعہ ہے۔

نیز جناب سید علم الھدیٰ رہ جانکنی کے وقت جناب رسول خدا اور ائمہ ھدیٰؑ کے تشریف لانیکا انکار کرتے ہیں اور ایسی احادیث و روایات کی تاویل کرتے ہیں۔ تو کیا ضروری ہے کہ ہم بھی اس کا اعتقاد رکھیں اور ان احادیث کا انکار کردیں جو بحیثیت مجموعی ضروریات مذہب میں داخل ہیں اگر جناب سید کی مخالفت سخت خطرناک اور موجب خروج از مذہب ہے تو آپ جناب علامہ مجلسی رہ کے نسبت کیا فتویٰ دینگے جو ان تمام عقائد میں جناب سید موصوف کی مخالفت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں "واعلم ان حضور النبی والائمة عند الموت مما وردت به الاخبار المستفيضة وقد اشتهرت بين الشيعة غاية الاشتهار وانكار مثل ذالك محض استبعاد الاوهام ليس من طريقة الاخيار" یعنی حضرت رسول خدا اور ائمہ ھدیٰ کا وقت موت تشریف لانا منجملہ ان چیزوں کے ہے جن کی بابت احادیث مستفیضہ و روایات مفیدہ وارد ہوئی ہیں اور مذہب شیعہ میں نہایت مشہور ہیں اور انکا انکار محض استبعاد وہم ہے اور طریق اخیار سے بعید اور انکی تاویلات کی بابت علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ ایسی تاویلیں کرنا اخبار کو رد کرنا اور احادیث پر طعن کرنا ہے۔ اسی طرح پر سید موصوف بہت سی آیات قرآنی مثل حکایت نملہ و ہدہد وغیرھما کی بھی تاویل کرتے ہیں تو کیا ہم کو بھی ضرور تسلیم کر لینا چاہیے اور آجکل نیچریوں کی تقلید میں ان آیات کی حقیقت و اصلیت واقعیہ سے انکار کر دینا چاہیے علیٰ ہذا القیاس جناب صدوق علیہ الرحمہ سے سہو و نسیان ائمہ علیہم السلام کی بابت تسامح ہوا اور آجکل مسلمات سے ہے کہ نبی و امام سے سہو و نسیان صادر نہیں ہو سکتا ایسی صورت میں ہم کیا کرنا چاہیئے اور دیانت اسلامیہ کس امر کو مقتضی ہے؟ آیا ہم احادیث و روایات پر عمل کریں یا سید

علیہ الرحمہ کے قول پر اور احادیث کا انکار و تکذیب نہیں نہیں دیانت اسلام ہرگز ایسا حکم نہیں کرتی ہم اپنے اصول مسلمہ کی بنا پر یہی کہینگے۔ کہ ان بزرگواروں کو ان مقامات میں تسامح ہوا۔ کیونکہ وہ معصوم نہ تھے یا انکو ایسی اور اس قدر احادیث اس زمانے میں میسر نہ آئیں جو انکے نزدیک موجب قطع و یقین ہوتیں اور اسلئے وہ معذور رہیں ورنہ چاہیئے کہ ہم فاضلین کی ہدایت کے موافق دین ہی کو ہاتھ سے دے بیٹھیں اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس آیہ مبارکہ (ماکنت تتلوا) میں جناب سید علیہ الرحمہ سے ایسی ہی غلطی یا تسامح ہوا ہو۔ جیسا کہ مسئلہ رائے و اجتہاد ائمہ و انکار حضور ائمہ وقت موت وغیرہ میں اور آیت ہرگز انکے مدعا پر دال نہیں اور بظاہر ان سے تسامح اسی بنا پر ہوا۔ کہ انہوں نے پہلے سے اپنے ذہن میں یہ سمجھ لیا تھا کہ شک و ریب اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ آنحضرتؐ میں ملکہ قرأت و کتابت موجود ہو۔ لہٰذا آیت کو اسی مفہوم پر حمل کیا اور انہوں نے غور نہیں فرمایا۔ کہ شک ریب کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور مشرکین حضرتؐ کے باطن پر کسی طرح مطلع نہیں ہو سکتے تھے کہ وہ عالم الغیب تھے اور نہ انکو الہام ہوتا تھا اور اس استدراک و استدلال میں ویسے ہی قاصر رہے جس طرح دیگر مسائل مذکورہ میں اور ہمارا فرض ہے کہ ایسے مسائل میں کتاب و سنت و براہین عقلیہ و قول مشہور و مجمع علیہ فرقہ امامیہ پر عمل کریں۔ قیاسات وھمیہ اور شاذ و نادر اقوال پر اعتماد کرنا مناسب نہیں اور ایک دو عالم کا قول مسلمہ مذہب شمار نہیں ہو سکتا:۔

رہا یہ امر کہ چونکہ جناب علم الھدیٰ احادیث احاد کو حجت نہیں جانتے ہیں اور وہ احادیث جو ثبوت ملکہ قرأت و کتابت بعد بعثت پر حتماً دال ہیں انکے نزدیک آحاد ہوں اور جناب ناصر الملۃ کے نزدیک وہ احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی تھیں اسلئے انہوں نے حتمی حکم دیدیا کہ بعد بعثت یہ ملکہ بھی آنحضرتؐ کو عطا ہو گیا تھا:۔

ففیہ ما فیہ۔ اولاً بہتر ہوتا کہ وہ احادیث نقل کر دی جاتیں جو اس امر پر دال ہیں کہ بعد بعثت حضرتؐ کو یہ ملکہ حاصل ہو گیا تھا اس صورت میں کسی دوسرے کے قول کی ضرورت نہ تھی:۔

ثانیاً۔ بنابر اس قول کے چاہیئے کہ جناب علم الھدیٰ کو کسی مسئلہ دینی میں یقین حاصل نہ ہو کیونکہ باستثنائے بعض کتب اربعہ احادیث میں جملہ احادیث احاد ہی ہیں اور احاد پر وہ عمل کر نہیں سکتے۔ یا وہ سوائے کتب اربعہ احادیث شیعہ کسی اور کتاب پر عمل کرتے ہونگے:۔

ثالثاً۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب ناصر الملۃ بھی احادیث احاد کو حجت نہیں جانتے تو اخبار مندرجہ کتب اربعہ کی نسبت انکا کیا خیال ہوگا؟ آیا وہ بھی مثل جناب علم الھدیٰ جملہ مسائل

میں متشکک و مشتبہ ہونگے اور کسی مسئلہ میں یقین نہ رکھتے ہونگے یا کسی اور کتاب پر عمل کرتے ہونگے۔
بہرصورت جناب عمدۃ الافاضل اڈیٹر العوارف کا یہ فرمانا کہ (بہرحال قبل نبوت آنحضرتؐ کا ملکہ قرأت وکتابت نہ رکھنا مسلم ہے) بالکل غلط اور محض بے مدرک ہے اور اس میں ہرگز کوئی مصلحت نہیں کہ جملہ علوم وکمالات ودیگر صرف ملکہ قرأت وکتابت سے قبل بعثت جاہل رکھا جائے۔ بلکہ مصلحت اسی میں ہے کہ جملہ کمالات دیگر وقت معین تک عدم اظہار پر مامور کیا جائے اور یہی علمائے محققین اور حکمائے عارفین کی تحقیق واعتقاد ہے اور حتمی وقطعی۔ اور اسکے خلاف پر اعتقاد رکھنا نہ صرف مخالفت علمائے کرام ہے بلکہ مخالفت فرمائش حضرات معادن علوم ومعالم التنزیل والتاویل اور خلاف شان پیغمبری ہے اور مخالف کلام خدائے منان وموجب و مستلزم وہن قرآن اعاذنا اللہ من ذالک۔ اگر فاضلین کے اس استدلال کو تسلیم کیا جائے اور محض جناب علم الھدیٰ کی تقلید کی جائے اور اسی کو مسلمہ مذہب حقہ امامیہ سمجھا جائے تو بہت سے علمائے عالیشان مذہب شیعہ سے خارج ہوئے جاتے ہیں۔ بلکہ خود ناصر الملۃ پر بھی اعتراض مخالفت عائد ہوتا ہے جو ایک نہایت خطرناک امر ہے بلکہ حضرات ائمہ علیہم السلام بھی جنہوں نے فاضلین کے خلاف بیان فرمایا ہے بنا بر فتوائے فاضلین دین سے (معاذ اللہ معاذ اللہ) خارج ہوئے جاتے ہیں جو صاف فرماتے ہیں۔ کہ جو آنحضرتؐ کو جاہل کہے اور ملکہ قرأت وکتابت سے عاری جانے وہ ملعون ہے۔ چنانچہ ہم عنقریب ذکر کرتے ہیں۔ پس مومنین کو اختیار ہے کہ خواہ جملہ علماء کی مخالفت کر کے صرف جناب علم الھدیٰ کی تقلید کریں اور جناب ائمہ کی فرمائش صریح کو چھوڑ کر اور جھٹلا کر فاضلین کے کلام کو مانیں اور جو کچھ وہ فرمائیں اسی کو مسلمہ مذہب سمجھیں یا اسکے بالعکس عمل کریں۔

اگر کمال اعجاز حضرات فاضلین کے نزدیک یہی ہے کہ حضرت ابتدائے عمر سے چالیس سال تک جاہل رہیں اور پھر بعد جہالت چہل سالہ یکایک عالم ہو جائیں اور یہ اعجاز نہیں کہ ابتدائے عمر ہی سے سب کچھ جانتے ہوں اور شکم مادر ہی سے لکھے پڑھے عالم کامل بلکہ علیم پیدا ہوں۔ تو پھر یہ بھی ہونا چاہیئے کہ آپ چالیس سال (معاذ اللہ) احمق وسفیہ رہیں۔ بعد ازاں فوراً عاقل بن جائیں بلکہ اعلیٰ اعجاز یہ ہونا چاہیئے کہ حضرتؐ (اعاذنا اللہ) چالیس سال تک لنگڑے۔ لولے۔ بہرے اندھے ہوں اور وقت بعثت یکایک بصورت اعجاز ان تمام عیوب سے پاک ہو جائیں۔ افسوس کہ اس لحاظ سے فاضلین کے نزدیک حضرتؐ بہت سے درجات کمال اور بیشمار اعجازات سے محروم رہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ایسے ہی قیاسات فاسدہ واھمہ نے دین میں

رخنہ ڈالا! اور یہی وجہ ہے کہ فاضلین کی بعض عبارات خود بعض دوسری عبارت کی مناقض ہیں اور اسکی رد کرتی ہیں۔ کہ محض قیاس پر مبنی ہیں۔ چنانچہ جناب العوارف صاحب نے ایک مقام پر لکھا ہے۔ (عقائد شیعہ تمام تر حکم قطعی عقلی پر مبنی ہیں اور یہ جواب باصواب تو علاوہ مبانی عقلیہ قطعیہ کے نقل یقینی کے بھی مطابق ہے) اور پھر فرماتے ہیں۔ (ملکہ قرأت وکتابت کوئی ایسی چیز نہیں جس کا لزوم تبلیغ رسالت میں محقق ہو۔ لہذا ثبوت اس کا سمعی ہوگا نہ عقلی) پس ایک جگہ جناب ناصر الملۃ کے جواب کو مبانی عقلیہ پر مبنی قرار دیتے ہیں اور دوسری جگہ اسکو صرف سمعی فرماتے ہیں نہ مطابق حکم عقل اور جناب ممتاز الافاضل فرماتے ہیں کہ ثبوت اس کا عقلی ہے نہ سمعی پس ممتاز الافاضل صاحب کے اس استدلال سے جناب العوارف صاحب کے کل دلائل عقلی ونقلی خود ہی باطل ہو گئے! اور ان سے کہا جا سکتا ہے کہ جناب ناصر الملۃ والدین نے کن دلائل کی بنا پر فرمایا ہے۔ کہ ملکہ قرات وکتابت بعد بعثت حتمی طور پر حضرت کو حاصل ہوا جبکہ جناب ممتاز الافاضل صاحب کے نزدیک کوئی عقلی یا نقلی ثبوت اس کا نہیں ہے انہی تحقیقات پر دعوے ہمہ دانی اور ادعائے کلام مانہمیدن مشکل است نہ کہ بر ما اعتراض کردن ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار! اگر ایسی ہی دلایل پر دین کا مدار ہے تو پھر دین کا خدا حافظ ۔ الیلبک علی الاسلام من کان باکیاً) اور جناب امیر المومنینؑ کے علم کی نسبت جناب عمدۃ الافاضل کا یہ فرمانا۔ (جناب امیر علیہ السلام کی نسبت جناب شریعت مدار صدر المحققین! دام اللہ ظلالہ علی روس المومنین نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بالکل بجا ودرست ہے۔ یعنی یہ کہ جناب امیر کو ملکہ قرأت و کتابت ممکن ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا ہو اور ممکن ہے کہ من اللہ عطا ہوا ہو۔ لیکن اظہر یہی ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا اور حضرتؑ نے لکھنا پڑھنا کسی سے سیکھا لیکن استاد کا نام معلوم نہیں کس سے سیکھا۔ سو یہ بھی ایسی ہی دلائل پر مبنی ہے جن کی رکاکت وسخافت ہم سابقاً دکھا چکے ہیں اور اسکے بطلان کی طرف ہم مقدمات ہی میں اشارہ کر چکے ہیں! اور آئندہ خاتمہ کتاب میں اسکی پوری تصریح آئیگی)۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)۔ ناممکن ہے کہ جناب صدر المحققین وجناب فاضلین حضرت امیر المومنینؑ کی نسبت یہ ثابت کر سکیں کہ انہوں نے کوئی ادنیٰ سا علم بھی کسی سے سیکھا تھا! اور کوئی علم اکتساب کیا تھا۔ جناب رسول خدا کی طرف سے فیضان علوم ہونا اور ایک ایک حرف کی تعلیم سے ہزار ہزار باب علوم کا کھل جانا سو یہ ہرگز اکتساب نہیں ہے! اور یہ تعلیم پیغمبری ایسی نہ تھی کہ جناب امیر اول کوئی الف۔ بے۔ تے کی کتاب حضرتؑ کے سامنے لیکر بیٹھے تھے بعد ازاں سبقاً سبقاً پڑھتے پڑھتے اور مشق کرتے کرتے سواد حاصل کر لیا اور لکھنے پڑھنے لگ گئے۔ یہ تعلیم وتعلم

محض توسطی بطور افاضہ و افادہ ہے۔ کہ جو علوم من جانب اللہ آنحضرتؐ پر فیضان ہوتے تھے وہ اسی جناب کو افاضہ فرما دیتے تھے۔ یہ طریق افاضہ و افادہ من جملہ ان انحاء علوم و طرق تعلیم و تعلم کے ہے جو انہی حضراتؑ سے مخصوص تھا۔ اور عوام اسکی کیفیت سے مطلع نہیں ہو سکتے۔ وہ کیا جان سکتے ہیں کہ ایک کلمہ سے کیونکر ہزارہا باب علوم جناب امیرؑ پر منکشف ہو جاتے تھے۔ ہاں عاقل بصیر اتنا کہہ سکتا ہے کہ یہ وہ کسب و اکتساب و تعلیم و تعلم نہیں ہے جس کے ہم عادی ہیں اور جو ہم میں مروج ہے۔ اور جسکی بابت جناب مفتی مدظلہ کا فتویٰ ہے۔ اور صاف تعلیم پیغمبری سے علیحدہ دکھایا ہے۔ بلکہ یہ بھی ایک قسم موہبت ہے۔ خود جناب مفتی صاحب تعلیم پیغمبری کو اکتساب نہیں فرماتے۔

بہرحال جناب امیرؑ کے کسب و اکتساب کی نسبت یہ حکم بھی محض قیاس ہے ہرگز دلائل و براہین سے مؤید و مستند نہیں یہی وجہ ہے کہ اسکے قائلین مؤیدین خود آپس میں اتفاق نہیں رکھتے ہیں ہر ایک نے رجماً بالغیب حکم لگایا ہے۔ جناب صدر المحققین فرماتے ہیں کہ کتب تواریخ و سیر سے حضرتؑ کے استاد کا پتہ نہیں چلتا اور اس کا نام معلوم نہیں ہوتا کہ کس سے حضرتؑ نے لکھنا پڑھنا سیکھا۔ ممتاز الافاضل و دیگر حضرات جناب جبرئیل کو استاد بتلاتے ہیں اور جناب عمدۃ الافاضل حضرت ابوطالب کو استاد تجویز فرماتے ہیں۔ اب ہم حیران ہیں کہ مومنین کو کیا کرنا چاہیے اور وہ کس کی تقلید کریں۔ اور کس پر اعتقاد رکھیں۔ اصول عقلائی کی رو سے تو کوئی بھی قول قابل قبول نہیں کیونکہ اوّل تو اِذا جاء الاحتمال بَطَلَ الاستدلال کی رو سے یہ استدلال باطل ہے دوسرے تناقض صریح کے لحاظ سے کوئی قول بھی قابل اعتماد نہیں رہتا۔ ساقط ٹھیرتے ہیں، فانہ لا تناقض فی الحق والتعارض دلیل التساقط۔ اختلاف و تناقض دلیل بطلان ہے پس حق یہی شق ہے کہ جناب امیرؑ کو تمام علوم مِن اللّٰہ و من الرّسول حاصل ہوئے۔ اور وہ در اصل خدا ہی کے پڑھائے ہوئے ہیں ان کا کوئی استاد نہیں ہوا۔ اور جبرئیلؑ خود انکے شاگرد ہیں۔ اور حضرت ابوطالب ہرگز فضیلت و کمالات میں جناب ولی اللّٰہ المطلق سید الوصیین امیر المومنین علیہ السلام کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور انکے لئے مبدء علوم سوائے خدا و رسول خدا اور کوئی نہیں خواہ کیسے باشد یہی اصل ایمان ہے اور یہی علماء شیعہ کا مسلک و مذہب۔ اگر اسکے خلاف کوئی عقیدہ رکھتا ہے تو وہ جانے۔ لکم دینکم ولِیَ دینِ "